باب دوم

(الف) جمعیۃ العالیہ المرکزیہ کا قیام اور مقاصد (۱۹۲۵ء)

اور بعض مشاہیر علماء معاصرین

باب دوم

(الف)　جمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ کا قیام اور مقاصد (۱۹۲۵ء)

جیسا کہ سابقہ صفحات میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ اٹھارھویں صدی میں ہندوستان برطانیہ کے زیر اقتدار آیا۔ اس کی پوری تاریخ میں تقریباً پہلی بار ایک پردیسی ملک کے افراد نے جن کا اپنا وطن ہندوستان سے کئی ہزار میل کے فاصلے پر تھا۔ ہندوستان کی حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور اس کی تقدیر کے رہبر بنے۔ ملک پر اس طرح کا قبضہ ایک نیا تجربہ تھا۔ اگرچہ ماضی میں ہندوستان پر بہت سے حملے ہوئے تھے اور کبھی کبھی ملک کا کچھ حصہ عارضی طور پر فاتحین کی حکومت میں چلا گیا۔ ہندوستان کی آزادی کو کھونے اور اسے پھر سے حاصل کرنے کی داستان انسانی تاریخ میں مطالعہ کا ایک نہایت دلکش مضمون ہے۔

بلاشبہ تحریک آزادی کی ابتدائی سو سالوں میں جدوجہد کے میدان میں قائدانہ کردار صرف علماء اہلسنت ہی ادا کرتے رہے ہیں بعد میں دوسرے لوگ بھی سامنے آئے مگر علماء نے اپنا امتیازی کردار آزادی کی صبح تک جاری رکھا۔ برطانوی اقتدار و استعمار کی بیخ کنی اور مذہبی اقدار کی حفاظت علماء کا نصب العین تھا۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے طویل مدت تک کم تعداد ہونے کے باوجود حکومت کی اور کسی بڑی بغاوت کا ان کو سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس لئے کہ انہوں نے ہی ہندوستان کو علمی، تمدنی، اخلاقی لحاظ سے اعلیٰ تصور حیات عطا کیا۔

آزادی کی یہ تحریک جس کا سب سے زیادہ مظاہرہ ۱۸۵۷ء میں ہوا اور اس میں مسلمانوں نے ہی قیادت کی۔ انگریزوں سے نفرت اور سامراج سے عداوت، علماء کی نفسیات میں شامل ہے۔

امت اسلامیہ اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں عروج وزوال کے مختلف مراحل سے گزرتی رہی۔اس میں ان کے عروج کا دور بڑا تابناک رہا۔ ایک طرف دنیاوی ترقی میں بام عروج تک پہنچی اور دوسری طرف اعلیٰ انسانی کرداراور اعلیٰ اخلاقی معیار کی مثال قائم کی۔ یہ ان کا وہ دور تھا جب انہوں نے زندگی کا ثبوت دیا اور علمی لحاظ سے کوتاہی نہیں کی اور اپنے دین کی اعلیٰ قدروں کو اختیار کیا اور عملی طور پر اپنے دین سے مخلصانہ وابستگی رکھی۔ چنانچہ ان کو طویل مدت تک عروج وکمال حاصل ہوا۔

۲۰ ویں صدی کے شروع ہی میں اسلامی عقائد کے خلاف ایک ایسی منظم کاروائی کی ابتدائی ہوئی۔ کہ مسلمہ اجماعی عقاید کو مسخ کیا جانے لگا۔ دین اسلام پر طرح طرح کے الزامات نکالا گیا۔ اولیاء کی عظمت کو ختم کیا جانے لگا۔ غیر اسلامی شعار مسلمانوں کو اپنانے کیلئے مجبور کیا جانے لگا۔ ماتھے پر تلک لگوانا، مساجد کو ہندوؤں کی پامال گاہ بنادیا گیا۔ ہندوؤں کو منبر پر اعزاز کے ساتھ بٹھایا جانا۔ انہی دنوں مسلمانوں کے مرکز عقیدت ومحبت حرمین شریفین پر ظالموں نے گولہ باری کی مقابر صحابہ واولیاء کو زمین بوس کردیا بے شمار علماء اور جلیل القدر مشائخ عظام کو صرف اس لئے تہ تیغ کیا گیا کہ وہ مجدیوں کے ہم عقیدہ نہ تھے۔(۱)

حرمین الشریفین، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ، مقامات مقدسہ، بیت المقدس اور آثار بغداد ونجف وکربلا (معلیٰ) کی حفاظت بھی ترکی کے خلفاء کے سپرد تھی؟ مسلمان سلاطین ترکی حرمین الشریفین سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے۔

بغاوت اور انگریزوں کے عمل دخل اور بالخصوص فلسطین میں یہودیوں کو وطن دینے کے بعد حرمین الشریفین کی حفاظت کی کیا ذمہ داری تھی یہ وہ چیز ہے جو ہر مسلمان کو جان سے زیادہ عزیز ہے۔ چنانچہ مسلمانان عالم کا مضطرب ہوجانا لازمی تھا۔

برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کو دھوکا دیا جانے لگا اور ہندوستان کے ہنود کے مفادات کے حصول کیلئے فتویٰ دیا گیا کہ ہندوستان دارالحرب بن چکا ہے۔اس سے ہجرت فرض ہے۔

(۱) تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، محمد جلال الدین قادری، ۱۹۹۹ء، ص:۵

دوسری طرف کچھ فکر مند لوگ تھے جو علماء مفتیاں کرام سے سرزمین ہند کی حیثیت معلوم کرنے کے درپے ہوئے کہ آیا وہ دارالاسلام باقی ہے یا دارالحرب میں تبدیل ہو چکی ہے۔ تاکہ اس سے شرعی مسائل اور معاملات زندگی میں جو فرق پڑتا تھا اس کے مطابق عمل کر سکیں۔ اس کے علاوہ ایسے باشعور اور حساس علماء بھی تھے جو حالات کا بہت باریکی اور گہرائی سے مطالعہ کر رہے تھے تاکہ اس سرزمین کی شرعی سیاسی حیثیت متعین کر کے مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ کر سکیں اور کوئی عملی قدم اٹھا سکیں۔

علماء و مشائخ میں ایسے لوگ جو زیادہ زیرک تھے انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت میں آنے والے تغیر کو بہت پہلے بھانپ لیا تھا۔

جن لوگوں نے برصغیر کو ''دارالحرب'' قرار دے کر مسلمانوں کو مشورہ کیا کہ وہ افغانستان ہجرت کر جائیں ان میں ایک نام مولانا ابوالکلام آزاد (المتوفی ۱۸۸۸۔۱۹۵۸ء) کا ہے ایک اندازے کے مطابق ۵ لاکھ سے ۲۰ لاکھ تک مسلمان اس واقع سے متاثر ہوئے۔ (۱)

تحریک ہجرت اور تحریک خلافت میں برصغیر کے مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا۔ مسلمانوں کو مزید کمزور کرنے کیلئے ان کو انگریزوں سے ترک سوالات کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس وقت برصغیر کے علماء میں سب سے زیادہ فعال شخصیت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تھی جنھوں نے ترک موالات کے نتیجے میں ہندو و مسلم اتحاد کو، جو وطنیت پرستی اور دین سے بے خبری پر مبنی تھا۔ سخت مخالفت فرمائی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ترک موالات کے خلاف آواز اٹھانا خود کو انگریز حاکموں کا حمایتی ظاہر کرنے کے مترادف تھا۔ مگر فاضل بریلوی نے اظہار حق میں ملامت کرنے والوں کی پروا نہ کی اور فقیہانہ شان کے ساتھ اپنے فیصلے صادر فرمائے اور بالآخر جو کچھ فرمایا تھا وہ ہی آنے والے دنوں سچ ثابت ہوا۔

برصغیر کے مسلمانوں کی بربادی کی وہ عظیم سازش تھی کہ اگر اس کا بروقت تدارک نہ کیا جاتا تو اس کا نقصان جہاد آزادی، ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ سے بھی زیادہ ہوتا۔

---

(۱) فاضلِ بریلویؒ، اور ترکِ موالات، پروفیسر محمد مسعود احمد، ۱۹۸۸ء، ص:۴۱

پھر مسلمانوں کو بزور طاقت ہندو بنانے کیلئے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کیں اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کو لالچ، دباؤ، اور ڈرا دھمکا کر مسلمانوں کو بتایا جانے لگا کہ ہندوستان ہندوؤں کا ملک ہے۔ مسلمانوں کیلئے دو ہی راستے ہیں یا تو وہ ہندو بن جائیں یا ملک چھوڑ کر عرب چلے جائیں۔ یہ وہ تمام حالات، اسباب اور واقعات تھے جس نے دردمندان ملت ومشائخ اہل سنت کو مضطرب کر دیا۔ یہ حضرات اگرچہ اس سے پہلے بھی اپنی سی کوششوں میں مصروف تھے لیکن جب دن کا آرام راتوں کی نیند اڑ گئی، دل اضطراب میں آ گئے تو علماء ومشائخ اہلسنت ملت اسلامیہ کے دکھوں کا علاج کرنے پر کمربستہ ہو گئے۔

ان مقاصد کے حصول کیلئے ایک ہمہ گیر اور موثر تنظیم وتحریک کے ذریعے ہی مسلمانوں کو بدحالی سے نکالا جا سکتا ہے اس مقصد کیلئے مذہبی وسماجی تنظیموں کو ایک تحریک میں پرونا، مساجد، مدارس اور خانقاہوں کو ایک تنظیم کے پروگرام کے تحت چلانا، دشمن کے حملہ کو مل کر ناکام بنانا، خالص مذہبی، روحانی اور فلاحی اصلاح کے کاموں کو اولیت دینا وغیرہ۔ اس دور میں حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ رحمہ کی کی ذات تھی جنہوں نے اس وقت کئی تنظیمیں قائم کر کے نمایاں کردار ادا کیا ان تنظیموں میں جمعیۃ انصار الاسلام، اور جمعیۃ رضائے مصطفیٰ نمایاں تھیں مولانا احمد رضا خان بریلوی ۱۹۲۱ء میں دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن ان کے بعد ان کے خلفاء اور تلامذہ ومحبین ومعتقدین نے ان مقاصد کے حصول کیلئے برعظیم کے جلیل القدر علماء، اور مشائخ کرام اہل سنت۔ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد (انڈیا) میں جمع ہوئے اور ایک عالمگیر تنظیم بنام ''الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ'' (آل انڈیا سنی کانفرنس) کی داغ بیل ڈالی۔ اس کیلئے پہلے ناظم اعلیٰ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی مقرر کئے گئے اور صدر حضرت محدث علی پوری پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ جو حضرت فاضل بریلوی کے محبین میں سے تھے۔ (۱)

اہل سنت وجماعت کی یہ عالمگیر تنظیم الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے حسب ذیل مقاصد رکھے گئے تھے۔

---

(۱) تحریکِ آزادی ہند اور السواد الاعظم / پروفیسر محمد مسعود احمد / ۱۹۸۷ء، ص: ۲۲۵

۱۔ ہندوستان کے سنی مسلمانوں کی کثیر تعداد کے انتشار کو دور کرکے ان کی تنظیم کرنا اور انفرادی طور پر مذہبی کام کرنے والوں میں ایک ربط پیدا کرکے متحدہ قوت بنانا۔

۲۔ ہندوستان کے ہر شہر اور قصبات و دیہات میں اسلامی انجمنیں قائم کرنا اور موجودہ انجمنوں کو جمعیت عالیہ کے ساتھ مربوط کرنا۔

۳۔ تبلیغی کام کو ایک نظم محکم کے ساتھ، وسیع کرنا اور اس کے لئے مفید ذرائع اختیار کرنا۔

۴۔ تبلیغ کی تعلیم دینے کیلئے خاص مدارس کھولنا۔

۵۔ مذہبی تعلیم عام کرکے مسلمانوں کے ہر طبقے کو مذہب سے باخبر اور شائستہ بنانا۔

الف۔ انگریزی خواہ طلبہ کیلئے مذہبی تعلیم کا خاص اہتمام اور آسان ذرائع بہم پہنچانا۔

ب۔ مزدوروں اور پیشہ وروں کی تعلیم کیلئے مدارس شبینہ جاری کرنا۔

۶۔ مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنا اور ان کی معاشرت میں اصلاح کرنا۔

۷۔ مسلمانوں سے قرض کی عادت چھوڑوانا اور ایسی تدابیر کرنا کہ مسلمان اپنی ضرورتیں اور خود پوری کریں اور غیر اقوام کے سامنے قرض کیلئے ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے محفوظ رہیں۔

۸۔ مقروض مسلمانوں کیلئے وہ تدابیر اختیار کرنا کہ وہ ایک محدود مدت میں قرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

۹۔ بے کار مسلمانوں کیلئے ذریعہ معاش تجویز کرنا اور انہیں کام پر لگانا۔ (۱)

چنانچہ الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ کی تشکیل کے بعد ہندوستان کے طول وعرض میں اس کے کئی اور متعدد اجلاس ہوئے اور اس اجلاسوں میں بہت سی مفید قراردادیں پاس کی گئیں۔ ۱۶ مئی ۱۸ مئی ۱۹۲۷ کو پوکھیرا (مظفر پور ضلع، صوبہ بہار) میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا سہ روزہ اجلاس ہوا جس کے مستقل صدر مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ تھے اور صدر جلسہ مولانا سید محمد شاہ محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ اس میں مذہبی، اقتصادی اور سیاسی اہمیت کی بہت سی قراردادیں پاس ہوئیں۔ (۲)

---

(۱) السواد الاعظم، ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ (دار العلوم نعیمیہ)

(۲) السواد الاعظم، ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ، ۱۳۴۵ھ۔

۱۸ستمبر ۱۹۲۸ءکومرادآبادہی میں ایک اوراجلاس ہواجس میں نہرو کمیٹی کے خلاف قرارداد پاس ہوئی اورلازمی تعلیم کے ساتھ جزوی طور پر مذہبی تعلیم کولازمی قرارداد دینے کے حق مین بھی قرار پاس ہوئیں۔(۱) ۱۳۴۹ھ کے اجلاس میں آل انڈیاسنی کانفرنس کی شاخ قائم کرنے کی قراردادمنظور کی گئی۔آل انڈیاسنی کانفرنس کے اجلاس ملک کے طول وعرض میں کئے گئےاوراس کا مقصد وحیدوہ تھاجس کااظہارتاج العلماءحضرت مولانا مفتی محمدعمرنعیمی صاحب نے اس طرح کیاہے۔

''ہندوستان کیلئے مراعات طلب کرنے میں اگر ہندوؤں نے مسلمانوں کی پروانہیں کی تو مسلمان اپنی آوازخودعلیحدہ کیوں نہ اٹھائیں۔اپنے لئے ضروری اورمناسب مراعات کیوں نہ طلب کریں اپنے حقوق کے مطالبہ سے کیوں زبان روکیں'' (۲)

---

(۱) السوادالاعظم،جمادی الاوّل، ۱۳۴۷ھ

(۲) ایضاً

آل انڈیا سنی کانفرنس کا آغاز ۱۹۲۵ء میں مرادآباد کی سرزمین پر جس سادگی سے ہوا۔ اس کا انجام ۱۹۴۶ء میں سرزمین بنارس میں نہایت ہی شاندار ہوا۔ جس نفسانفسی کے عالم میں آل انڈیا سنی کانفرنس قائم کی گئی۔ یوں کہہ لیجیے کہ اس عرصہ میں سنی کانفرنس کے رہنما حضرات نے جمہور مسلمانوں کو تعلیم، معاشیات، معیشت، روحانیت اور پیش آنے والے سیاسی معاملات میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔

۱۹۲۵ء کے بعد جب مطالبہ پاکستان ایک خواب کی حد سے نکل کر حقیقت کا روپ اختیار کر رہا تھا۔ اس وقت آل انڈیا سنی کانفرنس کے اکابر رہنماؤں نے وقت کی نزاکت کو محسوس کیا اور تنظیم کو از سرِ نو منظم مؤثر اور ہمہ گیر بنانے میں دن رات ایک کر دیا۔ جس کے نتیجے میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا بنارس کا اجلاس منعقدہ اپریل ۱۹۴۶ء اہلِ سنت و جماعت کے علماء و مشائخ اور جمہور مسلمانانِ برّعظیم کی بے مثال تنظیم کا اظہار تھا۔ اسی اجلاس نے قرارداد پاکستان کی پُر زور حمایت کی۔ (۱) جس کے نتیجے میں ایک سال بعد اسلامی ریاست پاکستان کا عمل ممکن بلکہ واقع ہوا۔ تاریخ پاکستان میں یہ اجلاس خاص اہمیت کا حامل ہے۔ حیرت ہے کہ اب تک محققین نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادیؒ اور اس سنی کانفرنس کے دوسرے اکابر و کارکنان نے ۳ سال سے ہندوستان کی سیاسی حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد سنی کانفرنس کی تکمیل کا آغاز کیا اور ہر صوبہ میں اس کی شاخیں قائم کی۔ جس سے سنی کانفرنس کی اہمیت و ضرورت کا احساس ہر طبقہ خاص کر اہلِ سنت میں پیدا ہوا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کا نقطۂ عروج بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ ۱۹۴۶ء جو تقریباً چار روز تک جاری رہا۔ تحریکِ پاکستان میں نہایت مؤثر اور انقلاب انگیز ثابت ہوئے۔

---

(۱) تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس/ جلال الدین قادری/ ۱۹۹۹ء لاہور ص: ۱۴

ذیل میں اس کانفرنس کی مختصر حالات اور روداد پیش کیے جارہے ہیں۔

۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوئے۔ اس کانفرنس کی صدارت محدث علی پوری حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب (المتوفی ۱۹۵۱ء) نے فرمائی۔

ان اجلاس میں پاک و ہند کے تقریباً دو ہزار علماء کرام اور ۶۰ ہزار دوسرے عام حاضرین شریک تھے۔(۱)

اس اجلاس کی خطبہ صدارت حضرت مولانا شاہ سیّد محمد محدث کچھوچھویؒ (المتوفی ۱۹۶۱ء) نے دیا۔ یہ خطبہ تاریخی اور سیاسی حیثیت سے نہایت ہی اہم ہے۔ حیرت ہے کہ ابھی تک کوئی سنجیدہ مؤرخ وسیاست داں گہری نظر سے اسی کا مطالعہ کر کے اس کی اصل قدر و قیمت سے محبانِ وطن کو آشنا کرے۔ حالانکہ اس میں پاکستان اور مسلمانوں کے معاشی و علمی و سیاسی مسائل کے بارے میں جو انقلاب انگیز اور صاف ستھرے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ تو سب سے زیادہ توجد کے قابل ہیں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس میں جو تجاویز منظور ہوئیں ان میں نظریۂ پاکستان کی خاص طور پر حمایت کی گئی ہے۔ چنانچہ ۲۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو باغ فاطمہ میں جو اجلاس ہوا۔ اس میں پاکستان کے بارے میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی گئی جو باتفاق آراء منظور ہوئیں۔

- آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلِ سنّت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہا اُصول کے مطابق ہو۔
- اسلامی حکومت کے لیے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے۔

---

(۱) تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس/ جلال الدین قادری/ ۱۹۹۹ء لاہور ص:

- حضرت مولانا شاہ سیّد ابوالحامد سیّد محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی
- حضرت مولانا صدر الافاضل محمد نعیم الدین صاحب
- حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب
- حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی صاحب
- حضرت مبلغ اعظم مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی صاحب
- حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی صاحب
- حضرت مولانا سیّد شاہ دیوان ال رسول علی صاحب (اجمیر شریف)
- حضرت مولانا ابوالبرکات سیّد احمد صاحب (لاہور)
- حضرت مولانا شاہ قمر الدین صاحب (سیال شریف)
- حضرت پیر سیّد شاہ عبدالرحمٰن صاحب (سندھ)
- خان بہادر حاجی بخشی مصطفیٰ اعلیٰ (مدارس)
- حضرت مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد صاحب (لاہور)
- یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسب ضرورت و مصلحت اضافہ کرے۔ یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لیے جائیں۔(۱)

(۱) تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم/ ڈاکٹر مسعود احمد/ ۱۹۸۷ء ص:۲۹، ۲۵۸

ہم عصر علماء اور بعض مشاہیر علماء معاصرین

علامہ سیّد مغفور القادریؒ

سندھ کے ''پیر پگارا'' خاندان نے تحریک پاکستان میں جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں اُن کے ذکر کیے بغیر پاکستان کی تاریخ نامکمل رہ جاتی ہے۔ اِسی خاندان کے پیروکاروں میں بھرچونڈی شریف ضلع سکھر کی خانقاہ بھی ہے۔ اس خانقاہ کے شیخ ثالث حضرت پیر عبدالرحمٰن کے خلیفہ خاص علامہ سیّد مغفور القادریؒ نے اپنے مرشد کی میّت میں جو نمایاں خدمات سرانجام دیں ان سے اغماض کسی بھی طرح ممکن نہیں۔

حضرت علامہ سیّد مغفور القادریؒ ۱۳۲۶ھ میں گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت سیّد سردار احمد قادری اور جدامجد حضرت سیّد محمد جعفر شاہؒ تھا۔(۱) جن کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ الشیوخ سیّد عثمان مروندی المعروف ''لعل شہباز قلندر'' مدفون سیہون شریف (سندھ) تک جا پہنچتا ہے۔ مادری سلسلۂ نسب ''اوچ شریف'' کے مشہور زمانہ بخاری خاندان سے ملتا ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد شکارپور سندھ سے نقل مکانی کر کے ریاست بہاولپور میں وارد ہوئے اور بعد میں آپ کے جدامجد ''نوابین گڑھی'' کے اِصرار پر یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے اور حکومت بہاولپور کے ایک قاضی کی ایک دختر سے آپ کی نسبت طے ہوگئی اس وقت سے لے کر آج تک یہ گھرانہ ''گھڑی اختیار خاں ضلع رحیم یار خان ہی میں سکونت پذیر ہے اور یہاں کے لوگوں کی عقیدت کا مرکز ہے۔

ابتدائی طور پر والد ماجد نے آپ کو قرآن مجید کی تعلیم کے لیے مکتب میں داخل کیا اور خود سفر حجاز پر روانہ ہو گئے۔ نو برس کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور پھر دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ کتب فارسی مولانا محمد

---

(۱) تذکرہ علماء اہلِ سنّت/محمود احمد قادری/ ۱۹۹۲ء فیصل آباد ص: ۲۴۰

حیات گڑھی والے اور جامع معقول ومنقول مولانا عبدالکریم ہزاروی ثم بھرچونڈی سے پڑھ کر ''ریاست بہاولپور'' کی مشہور علمی درس گاہ مدرسہ شمس العلوم میں اور پھر سراج الفقہاء مولانا سراج احمد مکھن بیلوی سے تکمیل علوی فرمائی۔ تقریباً بائیس برس کی عمر میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہوکر حضرت بھرچونڈی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

آپ اپنے مرشد کے حکم کے مطابق بھرچونڈی شریف کی درس گاہ میں تدریس وافتاء کی مسند سنبھالی اور اس طرح سندھ اور بیرون سندھ کے ہزاروں طلباء ان سے فیض یاب ہوئے۔ بھرچونڈی شریف کے چوتھے سجادہ نشین حضرت پیر عبدالرحیم شہید نے بھی آپ ہی سے تکمیل علوم فرمائی علاوہ ازیں آپ پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی کے ساتھ سندھ میں تبلیغی دوروں کے سلسلے میں ان کے رفیقِ سفر رہے۔

حضرت علامہ سیّد مغفور القادریؒ نہ صرف ماہر تعلیم تھے بلکہ بہت بڑے انشاء پرداز اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ آپ نے جب حضرت محدث اعظم ہند سیّد محمد شاہ الجیلانی کچھوچھویؒ کو فارسی زبان میں خطوط لکھے تو حضرت محدث کچھوچھویؒ بہت متاثر ہوئے اور بھرچونڈی شریف آتے ہی حضرت سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اور فرمایا حضرت آپ کی ادبی تحریروں اور خوش نویسی کے بلند پایہ معیار نے تو متقدمین کی یاد تازہ کردی ہے۔

آپ کی زندگی بہت فعال اور مجاہدانہ تھی آپ کی سرشت میں مجاہدانہ زندگی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

تحریکِ پاکستان میں حصّہ

تحریکِ پاکستان کا شور بلند ہوا تو کانگریسی علماء (مولانا حسین احمد دیوبندی مدنی اور ابوالکلام آزاد وغیرہ) ''ملت از وطن است'' کا نغمہ الاپ رہے تھے کہ اُدھر علمائے اہلِ سنت ومشائخ عظام دوقومی نظریہ کی تبلیغ وحمایت میں کمربستہ ہوکر سر دھڑ کی بازی لگانے پر آمادہ تھے۔ (۱) آپ نے اپنے مرشد پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی

(۱) اکابر تحریکِ پاکستان/محمد صادق قصوری/ ۱۹۹۲ء ص:۲۵۴

کو آمادہ کیا کہ سندھ میں کانگریس کا زور توڑنے کے لیے مسلمانوں کی تنظیم کی جائے چنانچہ سندھ کے درمند اصحاب کی میٹنگ بلا کر جماعت ''احیاء الاسلام'' کا اعلان کر دیا گیا دستور کو مستقل قومی حیثیت دے کر اسلامی ریاست کے اُصول پر ساری مساعی کا دارومدار رکھا گیا جماعت کے پروگرام اور تعارف کے لیے دھڑا دھڑ لٹریچر چھاپ کر تقسیم کیا گیا۔ اسی سلسلے میں سندھ پرنٹنگ پریس خریدا اور جماعت کا اخبار ''الجامعۃ'' کے نام سے شکار پور سندھ سے جاری کیا جس میں نہایت حکیمانہ انداز میں مضامین لکھ کر رائے عامہ کو اندرونی طور پر مسلم لیگ کے حق میں ہموار کرنا شروع کر دیا۔ پھر باقاعدہ پروگرام کے تحت جماعتی سطح پر کانفرنسوں کے انعقاد اور وفود کے ذریعہ نشر و اشاعت کا اہتمام کیا۔ جیکب آباد سندھ میں ایک تاریخی کانفرنس ہوئی۔ جس کی صدائے بازگشت اب بھی جیکب آباد کے گلی کوچوں میں سنی جاتی ہے۔ سکھر، لاڑکانہ، شکار پور ایسے مرکزی مقدمات پر تاریخی جلسے کیئے ہزاروں کی تعداد میں پمفلٹ اور ہینڈ بل تقسیم کیے۔ آپ کی ان کاوشوں اور سیاسی بصیرت نے سندھ کے عوام کو آپ کی جماعت کا گرویدہ بنا دیا ابھی تک جماعت کے ریکارڈ میں ایسے پمفلٹ وغیرہ موجود ہیں جو آپ کی حکمت اور سیاسی سوجھ بوجھ کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

سندھ میں لوگ ابھی تک مسلم لیگ سے پوری طرح متعارف نہیں ہوئے تھے کہ محمد ایوب کھوڑو، الحاج عبداللہ ہارون اور مولانا عبدالحامد بدایونی نے مسلم لیگ کی طرف سے کراچی میں ایک عظیم الشان جلسہ انعقاد کیا۔ جس میں قائداعظم، قائد ملت لیاقت علی خاں اور نواب اسمٰعیل خاں مرحوم کے علاوہ بہت سے اکابرین ملت شریک ہوئے۔ ''احیاء الاسلام'' کے نائب صدر کی حیثیت سے آپ کو بھی مدعو کیا گیا آپ نے اعلان فرمایا کہ:

''مسلم لیگ برصغیر میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے لہٰذا ہم اپنی تمام تر قوت و طاقت اور جماعت ''احیاء الاسلام'' کو مسلم لیگ میں مدغم کرتے ہیں اور احیاء الاسلام کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے پانچ ممبران اسمبلی بھی مسلم لیگ میں شامل ہوتے ہیں۔'' (۱)

(۱) اکابر تحریکِ پاکستان/ صادق قصوری/ ۱۹۹۲ء ص: ۲۵۵

یہ اعلان آپ نے قائداعظم کی اس یقین دہانی اور گفت وشنید کے بعد کیا تھا کہ ہمارا یہ پاکستان ایک صحیح اسلامی ریاست ہوگا جہاں صرف کتاب وسنّت کی حکمرانی ہوگی۔

مسلم لیگ میں شمولیت کے بعد آپ عملی طور پر مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے دامے درمے قدمے، قلمے اور سخنے میدان میں نکل آئے۔ آپ نے حیدرآباد کو اپنا مسکن بنایا اور ''تنظیم المشائخ'' کے نام سے مشائخ کی ایک جماعت میں بنائی تاکہ سندھ کے مشائخ کو اِکٹھا کر کے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے لایا جاسکے آخرکار ایک کنونش میں سندھ کے تمام سجادہ نشین حضرات کو بلایا اور مسلم لیگ کا منشور پیش کیا چنانچہ آپ کی کوششوں سے اکثر سجادہ نشین حضرات مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

۱۹۴۶ء میں حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی اور محدث اعظم ہند مولانا سیّد محمد الجیلانی کچھوچھویؒ کی کوششوں سے ۲۷ تا ۳۰ اپریل بنارس میں حضرت محدث علی پوری کی زیرِ صدارت ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' منعقد ہوئی جس کا مقصد دوقومی نظریہ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت تھا۔(۱) آپ حضرت پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈیؒ کے ساتھ ایک سو افراد کا وفد لے کر سندھ کی نمائندگی کے لیے کانفرنس میں شریک ہوئے۔ خصوصی میٹنگوں اور ضروری مشوروں میں شرکت فرمائی اور مفید تجاویز پیش کیں۔ بعدازاں ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ فرمایا اور اسی دوران بریلی شریف حاضر ہوئے اور سیّدی وسندی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے آستانہ مبارکہ پر حاضری دی۔

قیام پاکستان سے قبل سکھر میں دریائے سندھ کے کنارے پر واقع مسجد منزل گاہ پر ہندوؤں نے قبضہ کرنا چاہا تو یہ مسئلہ آگ کی طرح پھیل گیا اور سیاسی کشیدگی نے فضا کو مزید خراب کر دی۔ حکومت نے ہندوؤں کی حمایت میں مداخلت کرنا چاہی تو مجاہدین اسلام کے صف اوّل کے رہنما جن میں پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی اور سیّد علامہ مغفور القادری شامل تھے۔ میدان میں آکر مردانہ وار انگریزی حکومت کا مقابلہ کیا حکومت نے ہر طرح سختی سے کام لیا مگر حق پرستوں نے بھی سر نہ جھکایا اور پھر تنگ آکر حکومت نے ایک تحقیقاتی بورڈ قائم کیا

---

(۱) تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس/ جلال الدین/ فیصل آباد ص:

جس نے رپورٹ دی کہ یہ مسجد ہے اور مسلمانوں کو ملنی چاہیے۔ چنانچہ یہ مسجد مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی یہ آپ کی دلیری، شجاعت اور فہم و فراست کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔

انتہائی مصروفیات کے باوجود آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں ان میں سے چند ایک کا تعارف پیش خدمت ہے۔

- بنام/عباد الرحمٰن

(تذکرہ مشائخ بھر چونڈی شریف) یہ خانقاہ بھر چونڈی شریف کے مشائخ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں جہاں علمی و ادبی چٹخارہ موجود ہے وہاں تصوف کی تاریخ میں ایک قابل قدر اضافہ ہے حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ نے اس کا دیباچہ لکھا ہے۔

- تنویر العینین فی تقبیل الابہامین (غیر مطبوعہ) سندھی زبان میں احادیث اور اقوال سلف سے ثابت کیا گیا ہے کہ اذان میں انگوٹھے چومنا مستحب اور سنت صدیقی ہے۔ آپ نے مذکورہ مسئلے کے ثبوت میں قوی استدلالت کے ذریعے مخالفین کو لاجواب کر دیا ہے۔
- الرسول ﷺ (غیر مطبوعہ) حضور سیّد عالم ﷺ کے مقام رسالت اور عظمت رسول پر ایک مجمل مگر مکمل رسالہ ہے۔
- کلام مغفور (غیر مطبوعہ) اس میں عربی فارسی، اُردو سرائیکی زبانوں میں آپ کا منظوم کلام ہے۔
- اس کے علاوہ مختلف مضامین بعض کتب پر حواشی، پسندیدہ شعراء کا منتخب کلام غیر مطبوعہ صورت میں آپ کے صاحبزادے کے پاس محفوظ ہیں۔

آپ ایک جادو بیان خطیب بھی تھے۔ آپ کی تقاریر کا موضوع عشق مصطفیٰ ﷺ ہی ہوتا تھا۔ مثنوی مولانا روم کے حافظ تھے اور مثنوی شریف پڑھتے وقت آپ پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی تقریر میں ایسا سوز و گداز ہوتا تھا کہ سخت سے سخت دل انسان بھی اپنے آنسو ضبط نہ کر سکتا تھا ہر سال عید میلاد النبی ﷺ بڑے تزک و احتشام سے مناتے تھے۔ زمانہ طالب علمی ہی سے شعر کہتے تھے نعت گوئی کے لیے نہایت موزوں طبع پائی تھی ابتدائی دور میں آپ کا تخلص ساغر تھا پھر مغفور اور غفیر تخلص فرمانے لگے تھے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار فرزند عطا فرمائے جو سب کے سب باصلاحیت اور علوم دینیہ سے بہرہ ور ہیں۔

- علامہ سیّد کاظمی القادری
- سیّد فاروق القادری ایم اے عربی، اسلامیات (گولڈ میڈلسٹ)
(موجودہ سجادہ نشین گڑھی اختیار خاں)
- سیّد سرمد منصور
- سیّد بوعلی شبلی وغیرہم

حضرت کے وصال سے دس سال قبل (ذیابیطس) ایسا موذی مرض لاحق ہو گیا علاج جاری رہا مگر آپ کی صحت بحال نہ ہو سکی اور بالا آخر اسی مرض میں ۵ صفر المظفر ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۷۰ء بروز اتوار پانچ سترہ منٹ پر آپ نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن (۱)

(۱) اکابر تحریک پاکستان/ محمد صادق قصوری/ ۱۹۹۲ء ص:۲۵۶

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی خواجہ محمد ضیاء الدین بن خواجہ محمد الدین بن خواجہ شمس العارفین شمس الدین ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ کو سیال شریف ضلع سرگودھا پنجاب میں پیدا ہوئے۔(۱) ابتدائی تعلیم خانقاہ کے مدرسہ ضیاء شمس العلوم کے اساتذہ اور والد گرامی سے حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۳۴۶ھ میں اجمیر شریف پہنچے اور دارالعلوم معینیہ میں داخل ہوکر مولانا معین الدین اجمیری سے تلمذ حاصل کیا۔ ۱۳۴۶ھ ہی میں چند ماہ کے لیے حضرت خواجہ صاحب کے والد ماجد نے مولانا اجمیری کو سیال شریف بلا لیا تو آپ بھی ساتھ آگئے اور پوری توجہ سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ۱۳۵۱ھ میں تکمیل درسیات میں دورہ صحاح ستہ کے بعد سند فراغت پائی۔ ۱۳۵۶ھ میں حج بیت اللہ کے موقع پر علماء حرمین سے بھی اِسناد حدیث و فقہ حاصل کیں۔

تحریک پاکستان میں خدمات

خواجہ صاحب نے مسلمانوں کی روحانی تربیت کے علاوہ سیاسی رہنمائی بھی فرمائی آپ نے علماء حق کے ساتھ مل کر آزادی وطن کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی اور ۱۹۴۶ء میں بنارس کی ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' میں شرکت کے بعد حصول آزادی کی منزل کو قریب تر لانے میں مصروف ہوگئے۔(۲)

(۱) اکابر تحریک پاکستان/ محمد صادق قصوری/ ۱۹۹۲ء ص: ۲۰۰

(۲) تذکرہ علماء اہلِ سنت مولانا محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ ص: ۲۱۱

اس تحریک سے پہلے انگریز نے آپ کو طرح طرح کی لالچ دے کر کلمۂ حق سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر آپ ان کے دامِ تزویر میں نہ آسکے حکومت پنجاب کی سفارش پر ملک معظم نے آپ کو ہائی نس کا اعلیٰ خطاب پیش کیا مگر آپ نے اس چٹھی ہی کو نذرِ آتش کر دیا جس میں یہ پیش کش کی گئی تھی۔

جب انگریزی حکومت لالچ دے کر آپ کا ایمان نہ خرید سکی تو پھر آپ کو گرفتار کر کے گوبر اور گندے پانی سے بھری ہوئی کوٹھڑی میں بند کر دیا جس میں نہ بیٹھا جا سکتا تھا اور نہ ہی نماز پڑھی جا سکتی تھی پھر آپ کی ساڑھے گیارہ مربع اراضی ضبط کر لی گئی جب اس پر بھی مردِ حق نے سر نہ جھکایا تو طرح طرح سے اذیتیں دی گئیں تا کہ آپ تحریک پاکستان کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں لیکن آپ نے انگریز کی ساری کوششوں پر پانی پھیرتے ہوئے فرمایا:

''عزت صرف اللہ کے اختیار میں ہے اگر میں نے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ سوچا کہ مجھے اللہ کے سوا کوئی مٹا سکتا ہے تو میں مشرک ہو جاؤں گا۔(۱)

سرگودھا کے ''ٹوانوں'' کے ساتھ آپ کے مراسم بہت اچھے تھے مگر ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں آپ نے مسلم لیگ کا ساتھ دے کر انہیں بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا چنانچہ حکیم آفتاب احمد قریشی یوں رقمطراز ہیں۔

''مشائخ میں سیال شریف (سرگودھا) کے سجادہ نشین حضرت خواجہ قمر الدین صاحب سیالوی نے تحریک پاکستان کی بڑی سرگرم حمایت کی۔ سیال شریف سرگودھا کی مشہور گدی ہے جس کے عقیدت مند تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اس خاندان کا سرگودھا میں بڑا اثر تھا ''ٹوانے'' تو کئی پشتوں سے اس خاندان کے مرید چلے آرہے تھے اور ان کے خواجہ صاحب سے بڑے گہرے روابط تھے تحریک پاکستان کا دور آیا تو ٹوانے مسلم لیگ کے شدید مخالف تھے۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں ٹوانے یونسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ رہے تھے۔ آپ کے ''ٹوانوں'' سے ذاتی مراسم تھے مگر آپ نے ان ذاتی مراسم کی کوئی پروانہ کی اور انتخابات میں مسلم لیگی اُمیدواروں کی پُرزور حمایت کی اور صوبہ بھر کا دورہ کیا اور اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ وہ مسلم لیگی اُمیدواروں کو ووٹ دیں۔

---

(۱) ماہنامہ ضیاء حرم لاہور دسمبر ۱۹۷۴ء ختم نبوت ص:۹۵

پاکستان بنا تو آپ نے قائداعظم کو ایک خط لکھا کہ پاکستان میں فی الفور اسلامی قوانین نافذ ہونے چاہئیں اس پر قائداعظم نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ''پاکستان کی تحریک میں مشائخ عظام کی خدمات بڑی عظیم اور قابل قدر ہیں آپ اطمینان رکھیں پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی قانون ہی نافذ ہوگا۔(۱)

شہید ملت لیاقت علی خاں جب آپ سے ملنے سرگودھا تشریف لائے تو آپ نے دو گھنٹے تک ان سے اسلامی آئین کے بارے میں گفتگو کی اور اپنی بات چیت کے دوران ان سے استفسار کیا کہ اسلامی آئین کے نفاذ میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے اس پر لیاقت علی خاں مرحوم نے فرمایا:

''مشرقی اور مغربی پاکستان میں رابطہ اور تعلق اسلام ہی سے ہے دنیا کے تمام مسلمان ایک لڑی میں منسلک ہیں۔ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر ہی الٰہی حاصل کیا ہے اس لیے ہم اسلامی آئین یہاں نافذ کر کے ہی دم لیں گے۔

لیکن افسوس قائداعظم اور شہید ملت لیاقت علی خاں یہ حسرت دل ہی میں لیے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

تحریکِ پاکستان کے لیے جدوجہد

تحریک پاکستان کے سلسلے میں ۳ مئی ۱۹۴۶ء کو شاہی مسجد لاہور میں مرکزی انجمن نعمانیہ ہند کا ساٹھواں سالانہ اجلاس آپ ہی کے زیرِ صدارت شروع ہوا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی قادری ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس نے اس جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی تمام خرابیوں کا واحد حل قیام پاکستان میں مضمر ہے۔ پاکستان اب دس کروڑ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال بن چکا ہے ہم آزادانہ زندگی بسر کرنے کے لیے یا تو پاکستان حاصل کریں گے اور یا مٹ جائیں گے دوٹوک فیصلہ کی گھڑی

(۱) حوالہ بالا ص:۵۹ قائداعظمؒ کے اس واضح قول کے بعد اب پھر کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ آپ پاکستان کو ایک اسلامی مملکت نہیں بنانا چاہتے تھے؟

آ پہنچی ہے ہم پاکستان کی راہ کے ہر روڑے کو ہٹا دینے کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔ وزارتی مشن کو تنبیہ کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ اگر دس کروڑ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت (مسلم لیگ) کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج نہایت المناک ہوں گے۔ (۱)

۴ مئی ۱۹۴۶ء کو انجمن نعمانیہ کے سالانہ اجلاس کی نشست اسلامیہ کالج ہی کے میدان میں منعقد ہوئی حضرت پیر صاحب مانکی شریف (صوبہ سرحد) نے سہ پہر کی نشست کی صدارت کی اس اجلاس میں حضرت مولانا عارف اللہ صاحب میرٹھی اور مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی نے تقریریں کیں اور پاکستان کی حمایت میں قراردادیں پاس کرائیں۔

حضرت شیخ الاسلام کی نمایاں خوبی یہ تھی کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح عاشق صادق تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے آپ کے قلبی تعلق کا اندازہ ان دو واقعات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو ۱۹۸۳ء کے مجلّہ ضیائے حرم میں محمد اشرف چشتی ملتانی رقمطراز ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلامؒ ممتاز آباد کالونی میں اپنے ایک منظورِ نظر مرید خادم حاجی قمر الدین اعوان کے صاحبزادے ملک نور حسین اعوان کے ہاں ملتان تشریف لائے۔ مجھے اور دیگر احباب کو توفیق ہوئی تو خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو مدینہ منورہ کی حاضری اور وہاں نجدیوں کی گستاخیوں اور بے ادبیوں کا تذکرہ ہوا تو میں نے عرض کیا۔ جناب وہ حضور اکرم ﷺ کے روضۂ پاک اور مبارک جالیوں کا کیا ادب کریں گے؟ وہ تو بیت اللہ کا بھی احترام نہیں کرتے۔

میں نے دیکھا کہ میرے ان الفاظ پر شیخ الاسلام کے چہرۂ انور پر جلال کے آثار ظاہر ہوئے پھر فرمایا مولوی صاحب غور کرو، کیا کہہ رہے ہو؟ تمہارے ان الفاظ سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید تمہارے نزدیک بیت اللہ کا مرتبہ محبوب پاک ﷺ کے روضۂ پاک سے زیادہ ہے؟ خدا کی قسم لاکھوں کعبے ہوں تو بھی حضور اکرم ﷺ کے روضۂ پاک کے برابر نہیں ہو سکتے۔ تجھے پتہ نہیں کہ محبوب پاک ﷺ کے روضۂ پاک کا مرتبہ تو عرشِ الٰہی سے بھی زیادہ ہے۔

(۱) اخبار دبدبہ سکندری رامپور، مطبوعہ ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء ص:۵

ابوالکرم محمد برکات ضیائے حرم کے اسی شمارے میں ایک دوسرے عنوان ''مرے خواجہ سراپائے شفقت'' کے تحت رقم طراز ہیں۔ ۲۴ جون ۱۹۸۱ء کو فیصل آباد میں پنجاب میڈیکل کالج میں انجمن طلباء اسلام کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان معراج النبی ﷺ کانفرنس منعقد ہوئی۔ حضور پیر سیال مہمان خصوصی تھے میں بھی اس مقدس تقریب میں حاضر تھا۔ آپ کی آمد پر جونہی میں نے جلسہ گاہ کے پیچھے دیکھا تو میرے خواجہ ہزاروں پروانوں کے ساتھ تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے اس جلسے میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میرے وصال کا وقت قریب آ پہنچا ہے آج میرا جی چاہ رہا ہے کہ ان نوجوانوں کے ہاتھ چوم لوں جنہوں نے حضور پر نور شافع یوم النشور حضرت محمد ﷺ کی خاطر اتنی بڑی تقریب منعقد کی ہے۔

وفات

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی ۱۸ جولائی ۱۹۸۱ء کو ٹریفک کے حادثے میں شدید زخمی ہو گئے اور ۲۰ جولائی ۱۹۸۱ء بمطابق ۱۷ رمضان المبارک کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (۱)

(۱) اکابر تحریک پاکستان/ صادق قصوری/ ۱۹۹۲ء ص: ۲۰۱

مفتی سیّد مسعود علی قادریؒ

مفتی سیّد مسعود علی قادریؒ ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء میں یوپی کے مشہور شہر علی گڑھ میں متولد ہوئے۔(۱) آپ کے والد ماجد حافظ سیّد احمد علی بن سیّد قاسم علی بن سیّد ہاشم علی نے آپ کو ابتدائی تعلیم کے لیے مدرسہ میں بٹھا دیا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مارہرہ شریف میں حاصل کی اور عربی تعلیم ۱۹۱۹ء میں مدرسہ لطفیہ جامع مسجد علی گڑھ میں شروع کی ۱۹۲۱ء میں ضلع علی گڑھ میں نواب ابوبکر خاں شیروانی کے قائم کردہ مدرسہ عربی میں اکتساب علم کیا اور ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۱ء مدرسہ عالیہ رام پور میں جامع المعقول والمنقول علامہ عبدالحق خیر آبادیؒ اور ان کے صاحبزادے مولانا افضال الحق خیر آبادی سے تعلیم حاصل کر کے سند فراعت حاصل کی۔(۲)

فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۴ء تک مدرسہ نعمانیہ دہلی اور ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۱ء تک مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں اور ۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۰ء تک مدرسہ عربیہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں تدریس وافتاء اور انتظامی اُمور کے فرائض سرانجام دیے۔ ۱۹۵۱ء میں پاکستان آ گئے اور ۱۹۷۰ء تک آپ مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں تدریس وافتاء کے علاوہ انتظامی خدمات بھی سرانجام دیے۔ ۱۹۷۰ء میں پُرانے مرض ذیابیطس کی زیادتی کے باعث اپنے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر جسٹس سیّد شجاعت علی قادریؒ کی گزارش پر مع اہل وعیال کراچی منتقل ہو گئے۔ یہاں دارالعلوم امجدیہ میں مسند تدریس وافتاء سنبھالی اور ساتھ ہی مسجد قصاباں صدر میں خطابت کے فرائض انجام دینے شروع کیے جو آخر حیات تک باقی رہے۔

---

(۱) تذکرہ علماء اہلِ سنّت/محمود احمد قادری/ ۱۹۹۲ء ص:۲۳۶

(۲) ماہنامہ ترجمان اہلِ سنّت کراچی ۱۹۷۳ء ص:۱۸

تحریکِ پاکستان سے کردار

حضرت مفتی صاحب نے تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصّہ لیا۔ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۱ء تک مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں میں تدریسی فرائض سرانجام دیے تھے۔ اسی نسبت سے مولانا عبدالحامد بدایونی کے رفیقِ کار ہے اکثر جلسوں میں مولانا موصوف کے ساتھ تقریریں فرمایا کرتے آل انڈیا سنی کانفرنس سے منسلک ہوتے ہوئے بھی آپ کٹر مسلم لیگی تھے آپکے بڑے صاحبزادے مبلغ اسلام حضرت مولانا سیّد سعادت علی قادری مدظلہٗ لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ اُنہوں نے تحریک پاکستان کے واقعات بیان کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ ''اس زمانہ میں مجھے ان علماء اور مسلمانوں پر حیرت ہوتی تھی جو اسلام کا دعویٰ کرتے اور اپنی کوششوں سے ہندوؤں (کانگریس) کو فائدہ پہنچاتے تھے۔ (۱)

حضرت مفتی صاحب ۱۹۴۱ء میں دادوں ضلع علی گڑھ تشریف لے گئے تھے وہاں آپ درس وتدریس کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ دیہاتوں میں جاکر مسلم لیگ کے لیے کام کرتے تھے اور قیام پاکستان تک آزادی حاصل کرنے کے لیے میدان عمل میں مصروف کار رہے اس دوران نامعلوم کتنی رکاوٹیں ان کی راہ میں حائل ہوئیں مگر آپ کے آہنی عزائم کو متزلزل نہ کرسکیں۔

۱۹۵۰ء میں جب آپ ملتان تشریف لے آئے سینوں کی نمائندہ تنظیم جمعیت علماء پاکستان کے احیاء کی کوششیں ہوچکی تھیں آپ بھی ان میں شامل ہوگئے۔ چنانچہ جمعیت علماء پاکستان ۱۹۷۰ء میں جب از سرِ نو میدان میں آئی تو آپ کو مرکزی مجلس شوریٰ کا رُکن اور ملتان جمعیت کا صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات ملتان کے وقت مولانا حامد علی خاںؒ رام پوری آپ ہی کی تحریک پر قومی اسمبلی کا انتخاب لڑنے کے لیے آمادہ ہوئے اور آپ ان کے تمام انتخابی جلسوں میں علالت کے باوجود شریک ہوتے رہے اور انتخابی اُمور کے لیے شب وروز کام کرتے رہے۔

---

(۱) حوالہ بالا ص:۲۹۳

آپ نے ۹ فروری ۱۹۷۳ء مطابق ۵ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ کو مسجد قصابان صدر میں نماز جمعہ پڑھائی اور حسبِ معمول تقریر بھی فرمائی۔ جمعہ کے بعد حسب عادت کھانا تناول فرمایا تھوڑی دیر کے بعد دل کا دورہ پڑا اور بغیر کسی اضطرابی کیفیت کے پُرسکون انداز میں جانِ جان آفریں کے سپرد کردی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

خلش آب غم مولانا مفتی سیّد مسعود علی قادری ۱۹۷۳ء ۱۳۹۳ھ

آپ نارتھ ناظم آباد سخی حسن قبرستان میں مدفون ہوئے۔(۱)

(۱) ترجمان اہلِ سنت کراچی مارچ ۱۹۷۳ء

مولانا آزاد سبحانی

مولانا کا اصل نام عبدالقادر تھا۔آپ کی پیدائش ۱۸۸۲ء میں سکندر پور ضلع بلیا (یوپی) میں ہوئی۔ آپ فلسفۂ الٰہیات کے فاضل، وسیع النظر عالم،سحر بیان خطیب اور شاعر تھے پہلے پہل ان کے نام کوشہرت اس وقت حاصل ہوئی جب آریہ سماجیوں نے ہندوستان میں فتنہ ارتداد بہ پا کیا۔اس فتنہ کو کچلنے میں آپ نے شب و روز بڑی محنت سے کام کیا۔ یہ وہی فتنہ تھا جس کو ۱۹۲۳ء میں دوبارہ شدھی کے نام سے سوامی شردھانند نے اُبھارا۔اس فتنہ کے استیصال کے لیے آپ نے کانپور میں ۱۳ستمبر ۱۹۰۸ء کو مدرسہ الٰہیات قائم کر کے بے شمار مبلغ پیدا کیے۔(۱)

آپ نے تحریکِ خلافت، ترکِ موالات اور مسلم لیگ میں شامل ہوکر آزادیٔ وطن کے لیے سرگرم حصہ لیا۔ ۱۹۱۲ء میں جب اٹلی نے طرابلس پر حملہ کر دیا۔ابھی یہ جنگ جاری تھی کہ طبقان کی ریاستیں متحد ہوکر ترکیہ پر حملہ آور ہوئیں تا کہ اسلام اور مملکت ترکی کو یورپ کے نقشہ سے مٹا ڈالیں۔ دوسری طرف ہند میں برطانوی راج کے ہاتھوں مسلمان پستے چلے جارہے تھے۔انگریزوں کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔ اسی زمانے میں مسجد مچھلی بازار کانپور کے منہدم کرنے کا واقعہ پیش آیا۔

قصہ یوں ہوا کہ شہر کی میونسپلٹی نے ایک نئی سڑک نکالی جس میں مسجد کا ایک حصہ جو وضو خانہ تھا بیچ میں آ گیا اور مسلمانوں کی مرضی کے خلاف سے زبردستی منہدم کر دیا گیا حالانکہ مسجد کے پاس ایک چھوٹا سا مندر بھی تھا جس کو بچا کر یہ سڑک نکالی گئی۔اس واقعہ نے مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکا دیا۔۱۳اگست ۱۹۱۳ء کو جب رمضان المبارک کی دسویں تاریخ تھی۔مسلمانانِ کانپور نے مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی کی سرکردگی میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔آپ کی تقریر سے جلسہ میں کافی جوش وخروش پیدا ہوا جلسہ کے بعد پر جوش

---

(۱) ماہنامہ نقوش لاہور، مکاتیب نمبر،ص:۹۴۰

مسلمانوں نے جن میں بچے بوڑھے سبھی شامل تھے مسجد کا رُخ کیا اور مسجد کی منہدم دیوار پر اینٹیں چن چن کر رکھنے لگے۔

مسٹر بٹلر ڈپٹی کمشنر کانپور نے سکھ فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ فوج اور پولیس کے سپاہیوں نے نہایت بے رحمی سے گولیاں برسائیں اور قریب سے بوجھے مارے شہیدوں اور زخمیوں میں ننھے ننھے بچے بھی شامل تھے شہداء کی صحیح تعداد کا پتہ نہ چل سکا، سرکاری اندازہ بیس آدمیوں کا تھا۔ اس خونی سانحہ نے تمام ہندوستان میں آگ لگادی اس سانحہ کے موقع پر آزاد سبحانی سب سے پہلے ملک میں متعارف ہوئے۔ مولانا آزاد سبحانی اور دیگر بہت سے مسلمان علماء کرام اور رہنما گرفتار کرلیے گئے جس کی وجہ سے ملک گیر مظاہرے شروع ہوگئے۔ مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ مسجد کے اس حصے کو جو شہید کیا گیا ہے قائم رکھا جائے مگر حکومت نے اپنے وقار کا مسئلہ بنالیا۔

مسلمانوں کا ایک وفد انگلستان گیا تا کہ حکومت برطانیہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا جاسکے اس وفد میں مولانا محمد علی جوہر اور وزیر حسن (جو بعد میں جج بنے) شامل تھے۔ ان کی کوششوں سے لارڈ ہارڈنگ (وائسرائے) اور سر علی امام (لاء ممبر) کانپور پہنچے اور اس مسئلہ کا تصفیہ کیا حکومت نے مولانا کو معافی نامہ پیش کرنے کی شرط پر رہائی کا پیغام بھیجا مگر اُنہوں نے اسے اپنی توہین سمجھتے ہوئے ٹھکرا دیا اور قید و بند کی صعوبتوں کو گلے لگایا، آپ کی جائیداد کو نیلام کر دیا گیا۔ آپ نے سب کچھ برداشت کیا مگر راہِ حق کو کسی قیمت پر بھی نہ چھوڑا۔ (۱)

کلکتہ میں جب سیاسی اختلافات کے سبب مسلمانوں کی اکثریت نے مولانا ابوالکلام آزاد کی اقتدار میں نمازِ عیدین پڑھنے سے انکار کر دیا تو ان کی جگہ مولانا آزاد سبحانی نے دو سال تک امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیے۔ مولانا کے خطبے عام طور پر ظالمانہ اور محققانہ ہوتے تھے۔ (۲)

---

(۱) حیات شبلی سید سلیمان ندوی مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۴۲ء، ص: ۶۰۱، ۶۰۲۔ دید و شنید از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۴۸ء، ص: ۵۸۔ ۶۰۔ مطبوعہ دہلی ۱۹۳۹ء، ص: ۳۱۰۔ ہفتہ دار المدینہ کراچی ۲۷ اگست ۱۹۷۱ء

(۲) ذکر آزاد از عبدالرزاق ملیح آبادی مطبوعہ کلکتہ ۱۹۶۰ء، ص: ۴۱۹، ۴۲۰، نقوش لاہور مکاتیب نمبر ص: ۹۴۰

۱۹۴۵ء میں آپ نے حکومتِ ربانیہ کے نام سے ایک روحانی اور اصلاحی تحریک شروع کی اور گورکھپور سے ایک رسالہ روحانیت کے نام سے نکالا جو ڈیڑھ سال بعد بند ہوگیا۔ آپ نے سیاسی موضوع پر آزادی اور مالا ہار دو پلا نامی دو کتابیں لکھیں۔ روحانیت اور مذہب کے موضوع پر بھی متعدد کتابیں لکھیں۔ (۱)

آپ کی زندگی نہایت سادہ مگر پُر وقار تھی، حق گوئی و بیبا کی آپ کا شیوہ تھا۔ تحریکِ آزادی میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ آپ کی تقاریر نہایت پُر تاثیر ہوتی تھیں، جب آپ میلاد کی محفلیں پڑھا کرتے تو مخالفین بھی شریکِ محفل ہوا کرتے تھے۔ (۲)

۱۹۳۵ء (ذوالحجہ ۱۳۵۳ھ) میں آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی اس سال ہندوستان سے مندرجہ ذیل مشاہیر بھی حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے:

- مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (اُستاذ حضرت شیخ الاسلام سیالوی مدظلہٗ)
- مولانا عبدالقدیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
- مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ
- مولانا مظہر الدین ایڈیٹر الامان وغیرہم (۳)

آپ ۲۴ جون ۱۹۵۷ء کو لکھنؤ کے بلرام پور ہسپتال میں اس دنیائے فانی سے رُخصت ہوئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ، کچی باغ گورکھپور میں مدفن بنا۔ (۴)

---

(۱) ماہنامہ معلومات، لاہور، شمارہ نمبر ۱۵

(۲) قومی زبان کراچی، ۱۶ جولائی یکم اگست ۱۹۵۷ء و دید و شنید از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء، ص: ۵۸، ۶۰

(۳) معین المنطق از مولانا معین الدین اجمیری، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص: ۶۶

(۴) ماہنامہ نقوش لاہور (مکاتیب نمبر) ۱۹۵۷ء، ص: ۹۴۰

مولانا محمد ابراہیم علی چشتی

حضرت مولانا محمد ابراہیم علی چشتی ۱۶ اگست ۱۹۱۷ء کولاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام افتخار احمد تھا۔ (۱) والدِ گرامی کا نام مولوی محرم علی چشتی تھا جو لاہور کے بہت بڑے سیاستدان، وکیل اور اخبار نویس تھے۔ ان کی ایک کتاب اسلامی زندگی کا دنیوی پہلو شہرتِ دوام حاصل کر چکی ہے ۸ دسمبر ۱۹۳۴ء کو لاہور میں مدفون ہوئے۔ (۲)

مولانا محمد ابراہیم علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور سے بی اے کرنے کے بعد ۴۲، ۱۹۴۱ء میں شعبۂ صحافت پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں ڈپلوما اِن جرنلزم حاصل کیا اور اوّل پوزیشن حاصل کی، پھر ایل ایل بی کیا (۳) طبیعت شروع ہی سے سیست کی طرف مائل تھی چنانچہ آپ نے ۱۹۳۶ء میں انٹر کالجیٹ مسلم براوؤہڈ قائم کی اور ۱۹۳۷ء میں اس کا نصب العین خلافتِ پاکستان قرار دیا۔ خلافتِ پاکستان کا نقشہ پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان اور کشمیر سے شروع ہو کر دہلی، آگرہ، لکھنؤ گنگا جمنا کا طاس ایک کاریڈور یعنی خطۂ اتصال کی شکل میں بنگال اور آسام سے مل کر مکمل ہوتا تھا۔ انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ لاہور کے کالجوں میں تعلیم پانے والے مسلم طلبہ کی تنظیم تھی، علامہ اقبال اس کے روحانی سرپرست تھے اور چشتی صاحب مرحوم اس کے جنرل سیکریٹری تھے۔ نیز اس زمانے میں ان کا تعارف بطور ایک بہترین Debator کے ہوتا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں جب مولانا عبدالستار خاں نیازی نے پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی صدارت سنبھالی تو چشتی صاحب اس کے سیکریٹری جنرل اور ناظمِ اُمورِ خارجہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا نیازی نے ان کے مشورہ

---

(۱) تاریخ جلیلہ از پیر غلام دستگیر نامی مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۰ء (تکملہ) ص ۱۵۔ مکتوب گرامی مولانا عبدالقدیر نعمانی بنام راقم الحروف محررہ از لاہور ۱۰، ۴، ۱۲، ۷

(۲) نقوش لاہور نمبر، ص: ۹۴۴

(۳) مکتوب گرامی ڈاکٹر عبدالسلام خورشید بنام راقم الحروف از لاہور، محررہ ۲۶، ستمبر ۱۹۷۷ء

سے آل انڈیا مسلم لیگ کے سامنے خلافتِ پاکستان اسکیم پیش کی۔ (۱) ۱۹۴۱ء میں فیڈریشن کی سالانہ کانفرنس منعقد کی جس میں خلافتِ پاکستان کا منشور اور حصول کا طریقۂ کار پیش کیا گیا۔ ۱۹۴۴ء میں چشتی صاحب مرحوم کی رہنمائی میں ایک مشہور کتاب پیر پاکستان کی تعبیر پاکستان (پاکستان کیا ہے؟ کیسے بنے گا اور ہوگا کیا؟ میاں محمد شفیع (م ش) مولانا نیازی نے شائع کی اور وہ ۱۹۴۸ء میں تحریکِ خلافتِ پاکستان کے اسامی رُکن بن گئے اور ہفتہ وار اخبار خلافتِ پاکستان جاری کیا۔ چشتی صاحب اس اخبار کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، نیازی صاحب مدیر مسؤل اور چشتی صاحب نگرانِ اعلیٰ تھے۔ پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے ممتاز قائدین میں چشتی صاحب مرحوم کے علاوہ مولانا عبدالستار خاں نیازی جناب حمید نظامی، میاں محمد شفیع، شیخ انوارالحق حال جسٹس سپریم کورٹ ذکی الدین پال (حال جج ہائی کورٹ)، چوہدری نصر اللہ خاں ایڈووکیٹ، ملک ظفر اللہ خاں، حکیم محمد انور بابری، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اور مولانا عبدالقدیر نعمانی نے طلبہ کی تنظیم کے ذریعے تحریکِ پاکستان کو آگے بڑھایا۔ برصغیر پاک و ہند میں خلافتِ پاکستان کے نظریہ کو مقبول بنانے میں شبانہ روز کوشش کی۔ خلافتِ پاکستان اسکیم پر مشتمل نقشہ انٹر مسلم برادرہڈ نے شائع کر کے تمام ہندوستان میں پھیلا دیا تھا جو عرصہ تک ملک کے بڑے بڑے اخباروں میں خبروں اور تبصروں کا موضوع بنا رہا۔ (۲)

۱۹۴۱ء میں آپ نے تحریکِ رفاقت کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوؤں اسکیموں اور مسلمانوں میں سیاسی اختلافات کی موجودگی میں بھائی چارہ اور رفاقت پیدا کیا جائے۔ چند سال تک اس تحریک کو بڑے زور شور سے چلایا تا کہ سیاسی اور مذہبی اختلافات بجائے خود رکھتے ہوئے بھی صلح و آشتی کے ماحول میں ایک دوسرے کا نقطۂ نگاہ سمجھا جائے۔ ۱۹۴۶ء کے عمومی انتخابات کے موقع پر خضر حیات نے تحریکِ رفاقت کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہا، لالہ بھیم سین سچر وزیر خزانہ نے بھی دباؤ ڈالا۔ مگر چشتی صاحب نے مخالفت کی اور بالآخر اس تحریک کو ختم کر کے مسلم لیگ میں شامل ہوگئے اور قیامِ پاکستان تک مسلم لیگ کی دل و جان سے خدمت کی۔

---

(۱) مکتوب مولانا عبدالستار خاں نیازی بنام راقم الحروف، محررہ لاہور

(۲) روزنامہ کوہستان ۱۳ جولائی ۱۹۶۸ء ص: ۲ نوائے وقت لاہور ۷ اگست ۱۹۶۸ء، ص: ۲

۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ نے علماء ومشائخ کی حمایت حاصل کرنے کے لیے مشائخ کمیٹی بنائی جس کا صدر آپ کو بنایا گیا چنانچہ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں آپ نے مسلم لیگ کی صرف سے شرکت فرما کر پاکستان کے حق میں مشہور قرار داد پاس کرائی جس کی رُو سے ملک کے علماء ومشائخ اہلِ سنّت نے نظریۂ پاکستان کے لیے کام کرنا شروع کیا اس تحریک میں آپ حضرت محدث علی پوری، محدث کچھوچھوی مولانا ابو الحسنات قادری اور حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ کام کرتے رہے۔(۱)

۱۹۴۶ء میں جب مسلم لیگ اور یونی نسٹ پارٹی کی کشمکش کن مرحلہ میں داخل ہوگئی تو مولانا چشتی نے اپنے احباب سے مشورہ کے بعد (جس میں مولانا عبدالستار خاں نیازی مدظلہ، عمید نظامی مرحوم، باری مرحوم اور میاں محمد شفیع (م ش) شامل تھے) ایک مرتبہ پھر میدان میں آنے کا فیصلہ کیا چنانچہ جب صوبائی مسلم لیگ کی ہائی کمانڈ کے تمام اراکین کو گرفتار کرلیا گیا تو چشتی صاحب تحریکِ سول نافرمانی کی رہنمائی کرتے ہوئے جیل بھیج دے گے، سلسلہ چشتیہ کی معروف گدیوں تونسہ شریف، سیال شریف اور گولڑہ شریف کے قابلِ احترام سجادہ نشینوں کے بے پناہ اثر ورُسوخ کو مسلم لیگ کے لیے حاصل کرنے میں آپ کا بہت زیادہ دخل ہے۔(۲)

غرضیکہ مولانا کی ذات سے مسلم لیگ کو بہت زیادہ تقویت ملی۔

حضرت مولانا چشتی ایک عظیم سیاستدان ہونے کے علاوہ بلند پایہ صحافی بھی تھے چنانچہ مشہور صحافی جناب ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں:

''۱۹۴۱ء میں صحافت کی کلاس کا آغاز ہوا تو (مولانا) ہم جماعت تھے وہ فرسٹ آئے اور میں سیکنڈ، جب باہر نکلتے تو ڈگری کا سیاہ گاؤن ضرور پہنتے وہ کسی اخبار سے منسلک نہیں رہے لیکن ''مفکر اور مبصر'' کے عنوان سے ان کے مقالات اخباری قارئین سے خراجِ تحسین حاصل کرتے رہے وہ انگریزی اور اُردو دونوں زبانوں میں دسترس رکھتے تھے اور دونوں میں لکھتے تھے غالباً کچھ عرصہ بعض غیر ملکی اخبارات کے کالم نویس بھی رہے، انہیں جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر کی شخصیت میں عسکریت بہت پسند تھی اس لیے اس کی خودنوشت سوانح کا

(۱) کوہستان لاہور ۱۳ جولائی ۱۹۶۸ء، ص:۲، نوائے وقت لاہور ۱۴ جنوری ۱۹۷۳ء

(۲) نوائے وقت لاہور، ۷ اگست ۱۹۷۴ء، ص:۲

ترجمہ کیا(۱) جو تزکِ ہٹلری اور تورۂ ہٹلری کے نام سے مشہور ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا چشتی محکمہ اسلامیات کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے لیکن آپ کی مذہبی وملی خدمات اور حق گوئی وبیبا کی میں ذرّہ بھر فرق نہ آیا اور اتنے بڑے عہدہ پر فائز ہوتے ہوئے بھی ان کی زندگی سادگی کا نمونہ بنی رہی۔ آپ نے اپنے والد کی طرح عنفوانِ شباب ہی میں ڈاڑھی رکھ لی تھی۔ انگریزی لباس کبھی نہ پہنا، آپ کے ہاتھ میں ہمیشہ ایک خوبصورت اور موٹا ڈنڈا رہتا تھا جو آپ کو ورثے میں ملا تھا اور اس ڈنڈے کو ''مولا بخش'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپ کی شخصیت کے بارے میں آپ کے رفیقِ خاص جناب (م ش) کی رائے ملاحظہ ہو۔

''قبلہ چشتی'' صاحب کے حالاتِ زندگی میں سب سے اہم معاملہ عقائد کی صحت اور پختگی تھا۔ اُنہوں نے روزِ اوّل سے اپنی سیاسیات اور اپنی جملہ مصروفیات کو اپنے غیر متزلزل عقائد کی روشنی میں استوا کیا۔ وہ ایک عظیم انسان تھے، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ وہ اپنے دور کے عظیم ترین انسان تھے لیکن اُنہیں جو دور میسّر آیا وہ بقولِ اقبال

وہ محفل اُٹھ گئی جس وقت مجھ تک دورِ جام آیا

ان کی عظمت کے مطابق انہیں ساتھی نہ ملے

لیکن مجھے پیدا کیا اِس دیس میں تو نے

جس دیس کے بندے میں گلامی پہ رضا مند

انگریزی کا ایک لفظ Ambition ہے جسے اُردو میں تمنا، تڑپ، آرزو وغیرہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، میرا یہ ایک Ambition ہے کہ حضرت قبلہ مولوی محمد ابراہیم علی چشتی پر کچھ لکھ سکوں، اس کے لیے قلب وجگر کی پاکیزگی شرطِ اوّل ہے لیکن میں مکروہاتِ دنیا میں گل گل تک دھنسا ہوں۔ (۲)

---

(۱) روزنامہ مشرق لاہور ۴ اگست ۱۹۶۸ء، ص: ۴

(۲) مکتوب جناب میاں محمد شفیع بنام مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری، محررہ ۲۷ جولائی ۱۹۷۴ء، لاہور

تحریکِ ختمِ نبوت چلی تو حضرت مولانا چشتی بھی دیگر علماء اہلِ سنّت کی طرح میدان میں کود پڑے اس دوران میں آپ نے جس اولوالعزمی اور بلند حوصلگی کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے انکوائری رپورٹ میں آپ کے مقدمہ کی روئیداد آپ کے استقلال کی بہت بڑی دلیل ہے، آپ اس تحریک میں قید و بند میں بھی رہے۔(۱)

عشقِ رسول آپ کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں اُنہوں نے ہمیشہ کھدّر پہنا اور مٹی کے برتنوں میں کھانا کھایا، وہ چارپائی پر ہمیشہ کھجور کی چٹائی ڈال کر سوتے تھے، ان کی دوستی اور دشمنی کا معیار اسلام اور صرف اسلام تھا، وہ عقائد میں پختگی کے لحاظ سے چٹان اور میدانِ عمل کے شاہسوار تھے، وہ بھرپور جوان تھے اور ساری زندگی مجرد رہے مگر ان کا دامن جوانی کی لغزشوں اور آلودگیوں سے سراسر پاک تھا۔(۲)

حضرت مولانا چشتی اعتقادی طور پر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرّہ کے مسلک کے پیروکار تھے ان کے افکار کی تبلیغ و اشاعت میں خاصا وقت دیتے تھے، روپے پیسے کی بالکل لالچ نہ تھا، انہوں نے فقر و فاقہ، تنگ دستی و عسرت کو بہ طیبِ خاطر قبول کیا اور اپنے انتقال کے وقت ایک پیسہ کی جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ نہ چھوڑی۔ ۱۹۳۵ء میں پیسہ اخبار کے جس کرایہ کے مکان میں رہتے تھے۔ ۱۹۶۸ء میں وہیں سے ان کا جنازہ اُٹھا۔ یہ حال اس شخص کا تھا جس کا شمار پاکستان کے معماروں میں کیا جاتا ہے۔(۳)

---

(۱) روزنامہ کوہستان لاہور، ۱۳ جولائی ۱۹۶۸ء، ص:۲

(۲) روزنامہ کوہستان لاہور، ۱۳ جولائی ۱۹۶۸ء، ص:۲

(۳) ایضاً ایضاً ، نوائے وقت لاہور، ۷ اگست ۱۹۶۸ء

گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود مولانا چشتی مرحوم نے کئی ایک کتابیں بھی لکھیں، چندایک کے نام یہ ہیں:

- تزکِ ہٹلری دتورۂ ہٹلری (ہٹلر کی خودنوشت سوانح حیات کا اُردو ترجمہ، دو جلدوں میں چھپ چکا ہے)۔
- طفوظاتِ بابا بلندکوہی۔
- منشور خلافتِ پاکستان
- انگریز کا راج کیوں کر ختم ہوا؟ (انگریزی سے ترجمہ)

علامہ سیّد احمد سعید شاہ کاظمی

آپ ۱۹۱۳ء میں امروہہ ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئے والدِ ماجد کا اسمِ گرامی سیّد محمد مختار کاظمی تھا۔ سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ بچپن ہی میں آپ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے آپ کی پرورش، تعلیم و تربیت آپ کے برادرِ معظم سیّد محمد خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور سولہ سال کی عمر میں سندِ فراغت حاصل کر کے انہی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے پھر جامعہ نعمانیہ لاہور میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ ۱۹۳۱ء میں واپس امروہہ تشریف لے گئے اور چار سال تک امروہہ کے مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں تدریس فرماتے رہے۔

۱۹۳۵ء میں آپ ملتان تشریف لے آئے اور مدرسہ انوار العلوم کی بنیاد رکھی۔ ملتان میں غیر مقلدین اور بد مذہبوں نے آپ کو طرح طرح سے ناکام بنانے کی کوشش کی، قاتلانہ حملے کیے، مگر آپ کے غیر متزلزل عزم کے سامنے ان کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں، علم و عرفان کی ندیاں بہنے لگیں، طالبانِ حق آ آ کر شرابِ توحید و رسالت کے جام لنڈھانے لگے۔ الحمد للہ! آج یہ دار العلوم پاکستان کے مثالی اداروں میں سے ایک ہے اور یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے ہزاروں علماء ملک کے کونے کونے میں خدمتِ دینِ متین میں مصروف ہیں۔

آپ نے تحریکِ پاکستان بھی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ مسلم لیگ کے اسٹیج سے قیامِ پاکستان کے لیے جلسے کرتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں قراردادِ پاکستان کی توثیق کے لیے بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کی جس زمانہ میں کانگریسی اور احراری علماء سر دھڑ کی بازی لگا کر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت امیرِ ملت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری مولانا ابو الحسنات پیر صاحب مانکی شریف، مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا عبد الغفور ہزاروی (رحمہم اللہ) اور حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہٗ کی رفاقت

میں الگ قومیت اور آزاد پاکستان کے لیے سعی مسلسل اور جہد پیہم کر رہے تھے۔ کانگریسی واحراری مقررین کے لچر اعتراضات کے جوابات دینے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھنے کے لیے ملتان میں علماء اہلِ سنت کا کنونشن بلایا۔ جس میں مولانا ابوالحسنات کو صدر اور آپ کو جمعیت کا ناظمِ اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کی بناء کردہ جمعیت ملکی سیاست میں اہم مقام کی حامل ہے اور دن بدن ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۴ء جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ الحدیث رہے۔ (۱)

آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

- تسبیح الرحمٰن عن الکذب والنقصان
- مزیلۃ "انزاع عن مسئلۃ" اسماع
- تسکین الخواطر
- حیات النبی
- معراج النبی
- تقریر منیر
- حجیتِ حدیث
- مکالمہ کاظمی ومودودی
- تحقیقِ قربانی
- نفی الظل والفی
- کتاب التراویح
- الحق المبین
- التحریر اور اس کی شرح التقریر
- اسلام اور سوشلزم
- طلباء کا اسلامی کردار
- التبشیر برد التحذیر
- میلاد النبی
- اسلام اور عیسائیت
- فتویٰ حنفی
- آئینۂ مودودیت

---

(۱) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، جون ۱۹۷۵ء، ص:۴۹

امیرِ ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری

مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں سیّد محمد حنیف نامی ایک بزرگ شیراز سے ہندوستان میں وارد ہوئے اور علی پور سیداں میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ شہنشاہ نے ایک گرانقدر جاگیر نذر گزاری، اسی بزرگ کے خاندان میں چوتھی جگہ سیّد کریم شاہ صاحب کے ہاں ۱۸۴۰ء، ۱۸۴۵ء میں وہ مبارک بچہ ہوا جو آگے چل کر امیر ملت اور محدث علی پوری کے نام سے مشہور ہوا۔(۱)

حضرت امیر ملت نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں حاصل کی سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ عربی و فارسی کی ابتدائی کتب میاں عبدالرشید سے پڑھیں اور تکمیل مولانا عبدالوہاب امرتسری سے کی بعد ازاں لاہور میں مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری (تلمیذ شہید انڈیان علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ) سے مولوی عالم اور مولوی فاضل کا کورس پڑھا۔ پھر مفتی محمد عبداللہ ٹونکی پروفیسر اور مینٹل کالج لاہور سے مزید استفادہ کیا مگر تشنگی علم ہنوز باقی تھی چنانچہ یہی تشنگی کشاں کشاں آپ کو حضرت مولانا محمد مظہر سہارنپوری (بانی مدرسہ مظہریہ) اور مولوی محمد علی (ناظم دارالعلوم ندوہ اعظم گڑھ) اور مولانا احمد حسن کانپوری کی خدمت میں لے گئی اور ان سے آپ نے تمام علومِ عقلیہ ونقلیہ میں دسترس حاصل کی پھر شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے شاہ صاحب نے اپنی کلاہِ مبارک اُتار کر آپ کے سر پر رکھ دی۔(۲) اور پس خوردہ پانی پلا کر بہت سے اوراد و وظائف کی اجازت مرحمت فرما کر رُخصت کیا۔

علومِ ظاہریہ میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد روحانی تربیت کے لیے حضرت بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت بابا صاحب آپ کی آمد سے بے حد مسرور ہوئے

---

(۱) تیج گنج علی پوری، بار دوم، مطبوعہ لاہور، ص:۴۴

(۲) برکاتِ علی پور بار دوم ۱۹۶۷ء، مطبوعہ راولپنڈی، ص:۴

اور زبانِ حال سے یوں گویا ہوئے۔

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ
سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

چند روزہ صحبت کے بعد بابا جی نے آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا (۱) تو دوسرے مریدوں نے اعتراض کیا کہ ہم عرصہ سے حاضرِ خدمت ہیں، ہمیں ابھی تک اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز نہیں کیا گیا جب کہ جماعت علی شاہ صاحب کو آتے ہی سب کچھ عطا فرما دیا گیا ہے! اس پر بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جماعت علی شاہ کے پاس چراغ بھی تھا، تیل بھی تھا اور بتی بھی! ہم نے تو صرف آگ ہی جلائی ہے۔ پھر بابا جی نے آپ کے حق میں دعا فرمائی۔

پیرومرشد کی اس دعا کا یہ اثر تھا کہ پشاور سے راس کماری اور کشمیر سے مدراس تک آپ کا سلسلۂ عقیدت خوب پھیلا۔ برصغیر ہی نہیں بلکہ کابل، بوما، سعودی عرب اور دیگر ممالک میں بھی حضرت کے عقیدت مند موجود ہیں۔ آغا خلیل گنجی (۲) بردارِ دربارِ رسالت مآب ﷺ، نادر شاہ (۳) والیٔ افغانستان اور میر عثمان علی خاں نظام دکن بھی آپ کے عقیدت مند تھے۔

خرقۂ خلافت ملنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے علی پور شریف کی مسجد ہی کو وعظ ونصیحت کا مرکز بنایا، بعد ازاں پشاور، بمبئی، کلکتہ، کراچی، میسور، حیدر آباد، دکن، دہلی، بھوپال، کوہ نیلگرھی، کشمیر اور کابل وغیرہ دور دراز علاقوں کے تبلیغی دورے کیے بے شمار لوگوں کو راہِ ہدایت دکھائی، سینکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے کئی جگہ مدرسے، مسجدیں اور کنوئیں بنائے اور تبلیغ اسلام میں انتہائی تن وہی سے کوشاں رہے۔

---

(۱) ماہنامہ عارف لاہور، اکتوبر ۱۹۶۰ء، سہ ماہی العلم کراچی، اپریل تا جون ۱۹۷۴ء
(۲) پنج گنج علی پوری، ص:۳۱، سہ ماہی العلم کراچی، اپریل تا جون ۱۹۷۴ء
(۳) ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور، جنوری ۱۹۶۳ء، ص:۵

عشقِ رسول وآپ کے رگ وپے میں سمایا ہوا تھا۔ سرکارِ مدینہ حضور سیّد عالم ﷺ کا نام نامی سن کر آپ کی آنکھیں پُرنم ہو جاتیں اور چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔

مندرجہ ذیل اشعار اکثر پڑھتے اور زار و قطار رونے لگتے۔

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری
گو ملک و مال و خویش و وطن سے جُدا ہوا
قابل تھا نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب
اس در کی حاضری سے تو قسمت بدل گئی

آپ ہر سال حج بیت اللہ کے لیے حاضری دیتے اور زیادہ وقت مدینہ طیبہ ہی میں گزارا کرتے۔ مدینہ شریف کے چرند پرند اور درندوں تک کا احترام کرتے۔ عرب لوگوں کی مالی امداد اس قدر کرتے کہ وہ لوگ آپ کو ابوالعرب کہا کرتے تھے۔

آپ کے جذبۂ عشق کا اعتراف مخالفین نے بھی کیا ہے چنانچہ مولانا حسین احمد مدنی (۱) سابق صدر جمیعت علمائے ہند آپ کے نکتہ چینوں کے جواب میں کہا کرتے تھے کہ: ''عشقِ رسول ﷺ میں شاہ صاحب کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔'' سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری بھی آپ کے اس جذبہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ بچشمِ خود دیکھا ہے کہ:

''ایک دفعہ مدینہ منورہ میں باب السلام کے قریب چند کتے لیٹے ہوئے تھے۔ ایک ناسمجھ نے جاتے جاتے ایک کتے کو لاٹھی ماری، کتا لنگڑاتا اور چیختا چلاّتا ہوا جا رہا تھا کہ اچانک آپ وہاں تشریف لے آئے جب حقیقتِ حال معلوم ہوئی تو کتے کو پاس بٹھا لیا اور اس شخص سے کہا ظالم! تو نے یہ نہ دیکھا کہ مدینہ شریف کا کتا ہے! پھر اپنا عمامہ پھاڑ کر کتے کی زخمی ٹانگ پر پٹی باندھی اور بازار سے کھانا منگوا کر کھلایا۔'' (۲)

(۱) انوار الصوفیہ قصور جنوری ۱۹۶۱ء، ص:۱۴، ہفت روزہ الہام بہاول پور۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء، ہفت روزہ پاک جمہوریت لاہور۔ ۵ جون ۱۹۷۲ء

(۲) ایضاً ص:۱۴ و ایضاً اکتوبر ۱۹۷۱ء

ایک مرتبہ سرزمینِ عرب میں قحط پڑ گیا۔آپ کو اس سے سخت صدمہ ہوا فوراً ایک لاکھ روپیہ کی رقم بھجوائی۔(۱) آپ جب تک مدینہ شریف حاضر رہتے تھے آپ کی مجلس میں اکثر و بیشتر نعت خوانی ہوتی رہتی تھی۔ایک دفعہ آپ کی مجلس میں ابوالاثر حفیظ جالندھری نے یہ شعر پڑھا۔

کہاں ایسے نصیب اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد ﷺ کے

آپ نے یہ شعر سُنتے ہی فوراً اپنی گرم واسکٹ بمع نقدی نذر کردی (۲)

حکیم الامت علامہ اقبال کو آپ سے بہت زیادہ عقیدت و محبت تھی۔اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔اس سلسلے کے چند ایک واقعات پیش ہیں:(۳)

ایک مرتبہ حضرت امیر ملت انجمن حمایتِ اسلام کے جلسہ کی صدارت فرما رہے تھے کہ علامہ ذرا دیر سے پہنچے کرسیاں بھری ہوئی تھیں ،فرش پر بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔علامہ حضرت کے قدموں میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ اولیاء اللہ کے قدموں میں جگہ پانا موجب فخر ہے۔حضرت نے تبسّم فرمایا اور کہا اقبال جس کے قدموں میں آجائے اس کے فخر کا کیا کہنا!

۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ ایک مجلس میں حضرت امیر ملت نے علامہ سے کہا کہ آپ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے اور یہ شعر پڑھ دیا۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

علامہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ میری نجات کے لیے یہی کافی ہے۔

---

(۱) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور فروری ۱۹۷۴ء،ص:۶۳،سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۴ء
(۲) صوفیائے نقشبند مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء،ص:۳۵۲،۳۵۳
(۳) سیرت اقبال از پروفیسر محمد طاہر فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء،ص:۱۰۳،۱۰۸،صوفیائے نقشبند،ص:۳۵۳،۳۵۴

۱۹۲۳ء میں جب صوبہ یوپی میں شدھی تحریک کا آغاز ہوا تو چند ہندو سرمایہ داروں اور بالخصوص سوامی شردھانند وغیرہ نے انگریز حکمرانوں کی سازش سے مسلمانوں کو مرتد بنانے یا ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس صورتِ حال سے آپ کو سخت صدمہ ہوا چنانچہ آپ نے اس فتنہ کے انسداد کا عزمِ صمیم کرلیا اور ۱۰ اپریل ۱۹۲۳ء کے سالانہ جلسۂ انجمن خدام الصوفیہ ہند میں بمقام علی پور سیداں اپنے جذبات کا اظہار یوں فرمایا:

''یہ ایک ایسا نازک موقع ہے کہ اس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہ ملے گی، اسلام کی دنیاوی وجاہت کو نہیں تاکا جاتا بلکہ مرے سے اسلام کی ہستی پوزد لگائی جاتی ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس کا دل اس صدمہ سے متاثر نہ ہوا ہو، بانیٔ اسلام ﷺ کا تو یہ حکم ہے کہ اپنے مردے بھی اغیار کے ہاتھ میں نہ جانے دو اور یہاں یہ حالت ہے کہ ہمارے زندوں کو اغیاء لیے جائیں اور ہم دیکھا کریں!

اس وقت حمیت تو یہ ہے کہ جب تک اس فتنہ کا انسداد نہ ہو ہر مسلمان خواب وخور اپنے اُوپر حرام کرلے اور دامے درمے قلمے الغرض ہر ذریعہ سے جو خدمت اسلام کی اس سے ممکن ہو، اس سے ریغ نہ کرے اور جب تک یہ فتنہ فرو نہ ہو جائے اپنی سعی کو مسلسل جاری رکھے۔

میں نے عزم بالجزم کرلیا ہے کہ اس اہم مقصد کی خاطر سیکڑوں مبلغ میدانِ ارتداد میں بھیجوں گا اور خود بھی موقع پر پہنچ کر حصہ لوں گا اور جب تک گم گشتگانِ دین متین کو حلقہ اسلام میں واپس نہ لے آؤں چین سے نہ بیٹھوں گا سردست ایک ہزار روپیہ نقد دیتا ہوں اور ایک سو روپے ماہوار اس کارِ خیر میں دیتا رہوں گا اور اپنے تمام ذرائع ووسائل کو انسدادِ فتنۂ ارتداد کے لیے وقف کردوں گا۔ (۱)

اس کے بعد آپ نے فوری طور پر اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے مہم شروع کردی آپ کے علاوہ صاحبزادگان ودیگر اہلِ خاندان نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ آپ نے پہلا وفد مئی ۱۹۲۳ء میں روانہ کیا اور خود رہتک تک اس کے ساتھ تشریف لے گئے تین ماہ میں آپ نے ۸۶ وفد بھیجے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں اور ہزاروں مرتد دوبارہ مسلمان ہوگئے آپ نے باری باری تمام

(۱) ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور اپریل مئی ۱۹۶۱ء، ص: ۲۹، سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۴ء

علاقوں کا دورہ کیا۔ آگرہ، متھرا، ریاست بھرت پور، ریاست بڑودہ، گڑگاواں، فرخ آباد اور رہتک میں وفود کے ساتھ کام کیا۔

دوآبہ گنگ وجمن علاقہ برج میں آگرہ شہر سے ایک ہزار بااثر ہندو وکلاء، بیرسٹر اور بڑے بڑے تاجر اور زمیندار موٹروں اور تانگوں کے ذریعے سکندر پورہ پہنچے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی پوری پوری کوشش کی۔ آپ نے مردانہ وار مقابلہ کر کے ان کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا، اس طرح یہ علاقہ اس عظیم فتنہ سے محفوظ رہا اس تحریک کے دوران آپ نے اپنا ہیڈ کوارٹر آگرہ میں بنا رکھا تھا۔ آپ نے اکیس جلسوں کی صدارت فرما کر مذکور فتنہ کو چل دیا کئی دینی مدارس، مسجدیں اور کنوئیں ہوائے، لاکھوں روپے غرباء میں تقسیم کے اس تحریک میں حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی اور میر غلام بھیک نیرنگ انبالوی وغیرہم نے بھی حضرت امیر ملت سے پورا تعاون کیا۔

۱۹۱۰ء میں جب خلیفۂ اسلام سلطان ترکی غازی عبدالحمید خاں نے حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کے لیے مسلمانانِ عالم سے چندہ کی درخواست کی تو آپ نے اپنے اور اپنے متوسلمین کی جانب سے چھ لاکھ روپے نقد امداد فرمائی بنا بریں سلطان المسلمین نے اپنے دستخط خاص کے ساتھ حضرت کو چھ تمغہ جات اور سنہری فرامین جاری کیے اور عمدۃ الاماثل والافاضل کے جلیل القدر خطابات سے سرفراز فرمایا۔(۱)

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لیے جب چندہ جمع کرنے کی مہم شروع ہوئی تو لاہور میں عظیم الشان جلسۂ خلافت منعقد ہوا جس میں حضرت کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ نواب وقار الملک نے اپنی ٹوپی اُتار کر حضرت کے قدموں میں رکھ دی اور اپیل کی کہ یہ معاملہ مسلمانوں کی عزت کا ہے آپ ہاتھ بٹائیں۔ آپ نے استفسار فرمایا کہ کیا یونیورسٹی میں دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی؟ نواب وقار الملک نے یقین دلایا کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی۔ اس پر آپ نے تین لاکھ روپے کی گرانقدر رقم بطور چندہ مرحمت فرمائی اور اس کے بعد بھی تعاون فرماتے رہے۔

---

(۱) فیضان امیر ملت مطبوعہ حیدرآباد دکن بار اول، ص:۹، ۱۰، صوفیاء نقشبند، ص:۳۵۴، مہر منیر، ص:۴۰۶، روزنامہ کوہستان لاہور ۱۲، ۱۹۶۶ء ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور مارچ ۱۹۷۰ء

تحریکِ خلافت میں بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں آپ نے خلافت فنڈ میں لاکھوں روپے چندہ دیا دورانِ تحریک ان علاقوں کا بھی دورہ کیا جہاں پہنچنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا مثلاً ریاست کورک (علاقہ مدارس) مرکارہ، ویراجند پیٹ اسی بلکنڈہ اور کوہ نیلگرھی وغیرہ وغیرہ۔

ایک مرتبہ آپ بمبئی سے حیدرآباد دکن کے لیے روانہ ہورہے تھے کہ مولانا شوکت علی اور احمد صدیق جنرل سیکریٹری خلافت کمیٹی اسٹیشن پر آپ کو خدا حافظ کہنے کے لیے آئے مولانا موصوف نے آپ کو ایک مالا پہنائی جس پر لفظ خلافت اور ایک تمغہ جس پر نصر من اللہ وفتح قریب کندہ تھا پیش کیا اور کہا کہ میرے پاس صرف یہی چیز تھی جسے پیش کرتا ہوں اس کے ساتھ خلافت کمیٹی کی طرف سے پانچ سو روپے کی رسیدیں بھی دیں۔ آپ نے ان رسیدوں کو حیدرآباد میں فروخت کرا دیا اور مبلغ پانچ سو تیس روپے سیکریٹری خلافت کمیٹی حیدرآباد کی وساطت سے بمبئی روانہ فرمادیے جس پر مولانا نے کہا کہ مجھے اصل بھی مل گیا ہے اور سود بھی۔(۱)

ایک بار مولانا شوکت علی نے یہ تجویز پیش کی کہ ہندوستان کے ہر مسلمان سے فی کس ایک روپیہ خلافت فنڈ کے لیے وصول کیا جائے تو آپ نے نیلگرھی سے اپنا اور اپنے متعلقین کا چندہ بمبئی بھیج دیا اور ساتھ ہی اعلان فرمایا کہ فقیر کے سب محبت والے ایک ایک روپیہ فی کس اپنا اور اپنے متعلقین کا خلافت فنڈ میں داخل کریں۔

مولانا نے اس اعلان کو قدآدم اشتہارات کے ذریعے تمام ہندوستان میں مشتہر کیا جس کے نتیجے میں ملک کے گوشے گوشے سے زرِ کثیر وصول کیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ کے اکثر معتقدین نے اپنے اپنے طور پر ہزاروں روپیہ خلافت فنڈ میں دیا۔ مثلاً نورانی سیٹھ بمبئی نے آپ کے ارشاد پر ۲۵ ہزار روپے اور اہل کوہاٹ نے ۲۷ ہزار روپے کی گرانقدر رقوم خلافت فنڈ میں داخل کیں لیکن آپ نے ہرگز ہرگز یہ گوارا نہ کیا کہ آپ کے اِرشاد پر عامۃ المسلمین تو عمل کریں اور خود اس کارِ خیر میں شامل نہ ہوں چنانچہ آپ نے علی پور سیداں میں منعقدہ انجمن خدام الصوفیہ ہند کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ایک مرتبہ تیرہ سو روپیہ ملک لال

(۱) ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جنوری ۱۹۶۱ء، ص:۱۰، حضرت امیر ملت کے قومی کارنامے مطبوعہ آگرہ، ۱۹۲۵ء، ص:۹،۱۰

دیں صاحب سیکریٹری خلافت کمیٹی لاہور کی وساطت سے اور دوسری مرتبہ اٹھارہ سوروپے جیب خاص سے خلافت فنڈ میں عطا فرمائے۔(۱)

۳،۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور میں خلافت کانفرنس شروع ہوئی حضرت امیر ملت نے صدارت قبول فرما کر کانفرنس کو رونق بخشی۔ آپ نے خطبۂ صدارت میں فرمایا کہ جس کو خلافت سے محبت نہیں ہے اسے اسلام سے سروکار نہیں جو لوگ مجھ پر بہتان باندھتے ہیں کہ میں خلافت میں دلچسپی نہیں لیتا وہ کذّاب اور مفتری ہیں، پڑھو مسلمانو، لعنۃ اللہ علی الکاذبین! آپ نے خطبۂ صدارت میں وہ ولولہ اور جوش پیدا کیا کہ عوام خدمت خلافت کے لیے ایسے تیار ہوئے کہ ہزاروں روپے کے خلافت نوٹ موقع پر ہی فروخت ہو گئے۔(۲)

مولانا ظفر علی خاں نے مخالفت کے باوجود اپنے اخبار زمیندار میں حضرت کو ہدیۂ تبریک پیش کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

۳،۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور میں جو عظیم الشان جلسۂ خلافت منعقد ہوا اس میں پنجاب کے مشہور و معروف صوفی حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صدر تھے۔ آپ نے اپنے فی البدیہ خطبۂ صدارت میں جس جوشِ اسلامی اور بے نظیر جرأتِ ایمانی سے مسلمانانِ عالم کی صحیح رہنمائی فرمائی وہ اس قابل ہے کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیرزادگان اس سے سبق حاصل کریں۔ آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو بعض سیاہ باطن لوگ حضرت ممدوح کے متعلق پھیلاتے تھے اور صاف صاف کہہ دیا کہ جو مسلمان خلافت سے محبت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے اور ہرگز مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں خلافتِ اسلامیہ اور مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کے لیے اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں اور میرا جو مرید تحریکِ خلافت میں حصّہ نہیں لیتا، اس کو میں یارانِ طریقت میں سے نہیں سمجھتا کیونکہ خلافت خدا اور رسول کی ہے، جو مسلمان خدا اور رسول کی خلافت سے بیزار ہے یا بعض دنیاوی مصلحتوں کے تحت صداقت سے خوف کھاتا ہے وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں۔

---

(۱) ایضاً ص: ایضاً ص:۱۰

(۲) انوارالصوفیہ قصور، جنوری ۱۹۶۱ء، ص:۱۰، حضرت امیر ملت کے قومی کارنامے، ص:۱۰

ہم حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت پیش کرتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت ممدوح کو اعلائے کلمۃ الحق اور صداقت کی وہی جرأت دیبا کی عطا فرمائی ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھی ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسی متقی شخصیت اور پیشوائے ملت کی رہنمائی سے تحریک خلافت کو تقویت پہنچے گی۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پنجاب خلافت کانفرنس عنقریب بمقام راولپنڈی منعقد ہونے والی ہے۔ اس کی صدارت بھی مشائخ ہی سے کسی روشن ضمیر بزرگ کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ اگر انہوں نے منظور کی تو یقیناً مسلمانانِ پنجاب کی خوش قسمتی ہوگی۔

اگر ملک کے تمام مشائخ عظام اور پیرزادگان حضرت حافظ حاجی پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کی تقلید کریں اور خلافتِ مقدسہ اسلامیہ کی حمایت و اعانت پر کمر بستہ ہو جائیں تو خلافت اور آزادیٔ وطن کے مسائل کا حل بہت جلد ہو سکتا ہے۔ ہم حضرت ممدوح کا پورا خطبۂ صدارت عنقریب ہی کسی آئندہ اشاعت میں شائع کر دیں گے۔ (۱)

مولانا شوکت علی مرحوم نے اس خطبہ کا انگریزی میں ترجمہ کر کے اس کی پچیس ہزار کا پیاں یورپ بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا مگر معلوم نہیں کہ ان کی یہ خواہش پوری ہوئی یا نہیں دورانِ جلسہ جب مولانا شوکت علی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کوئی ہے جو راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے؟ تو اس وقت بارہ ہزار کے مجمع میں سے صرف حضرت قبلہ ہی کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے نہایت جلال و استقلال سے فرمایا تھا کہ میں حاضر ہوں اور راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں۔ آپ کی اس اولوالعزمی اور سرفروشی کا حال معلوم کر کے شملہ میں ایک بزرگ نے آپ کو سنوسیٔ ہند کا خطاب دیا تھا۔

حیدرآباد دکن میں مرزا محمد اصغر بیگ اصغر یار جنگ بیرسٹر کی تحریک سے ارکانِ خلافت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلسۂ خلافت کی صدارت کی درخواست کی۔ آپ نے ان کے معروضہ کو شرفِ قبولیت بخشا حالانکہ اس روز واپسی کا ٹکٹ خرید اتھا۔ حضرت نے ٹکٹ واپس کر دیا اور بڑی جرأت و دلیری سے

---

(۱) روزنامہ زمیندار، لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء

صدارت فرمائی۔ اس جلسہ میں بڑے بڑے نامور بزرگوں نے شرکت کی تھی۔ آپ نے صدارتی تقریر اس مؤثر انداز سے کی کہ آپ کی تحریک پر ۳۰ ہزار روپے چندہ جمع ہوا۔

اس جلسہ کے بعد حکومت کے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے بڑی بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

''حکومت کو اس قدر خطرہ گاندھی جی سے نہیں جتنا جماعت علی شاہ صاحب سے ہے''۔(۱)

گوجرہ ضلع لائل پور میں سیّد مہدی (ممبر کونسل) کے خوف سے ارکانِ خلافت داخل نہیں ہوتے تھے۔ حضرت امیر ملت کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ خود تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ غازی عبدالرحمٰن (سیکریٹری خلافت کمیٹی لائل پور) کو لے جا کر خلافت کمیٹی قائم کی اور عہدیدار مقرر کیے۔ جب حکومت نے محسوس کیا کہ آپ کی کوششوں سے خلافت کا ثمر بار آور ہو رہا ہے تو آپ کو صوبہ سرحد سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا، بلوچستان میں داخلہ بند کر دیا گیا اور کشمیر میں بھی دو سال تک داخلہ کی اجازت نہ دی گئی۔(۲)

۱۹۱۴ء میں آپ نے تحریکِ ترکِ موالات کی مخالفت کی (۳) اور اعلان کیا کہ ہندو مردے کو جلا کر خاک کر دیا جاتا ہے اور وہ ہوا میں اُڑ جاتی ہے، اگر مسلمان مرے تو دو گز زمین تا قیامت اس کی جاگیر ہوتی ہے، مسلمانو! ہجرت نہ کرو، آپ کا وطن آپ کا جدی ورثہ ہے اسے ہاتھ سے نہ جانے دو، مگر پھر بھی دو لاکھ کے قریب مسلمان افغانستان اور عرب ممالک جا پہنچے اور بعد ازاں پریشاں حالت میں واپس ہندوستان آئے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی حضرت امیر ملت کے ہمنوا تھے۔(۴)

۱۹۳۰ء میں شاردا ایکٹ کا نفاذ ہوا (۵) جس کی رُو سے نابالغ بچوں کی شادی ممنوع قرار پائی جس دن اس ایکٹ کے نفاذ کا اعلان کیا گیا اس وقت آپ پشاور میں تھے۔ آپ نے متعدد نکاح پڑھائے اور

(۱) انوار الصوفیہ قصور جنوری ۱۹۶۱ء، ص:۱۰، قومی کارنامے، ص:۱۱

(۲) ایضاً

(۳) مہر منیر ص:۴۰۶، صوفیہ نقشبند، ص:۳۵۵، انوار الصوفیہ قصور جنوری ۱۹۶۱ء، ص:۱

(۴) تفصیل کے لیے دیکھیے فاضل بریلوی اور ترکِ موالات از پروفیسر محمد مسعود احمد، شائع کردہ مرکزی مجلس رضا لاہور

(۵) صوفیہ نقشبند، ص:۳۲۲، انوار الصوفیہ قصور اپریل مئی ۱۹۶۱ء، ص:۶۳

ٹیلی فون پر پولیس کو اطلاع دے دی کہ میں نے اتنے نکاح پڑھا دیے ہیں اور قانون توڑ دیا ہے۔ حضرت کے اِرشاد پر پورے ہندوستان میں ہزاروں نکاح پڑھائے گئے اور مجبور ہو کر حکومت کو اس ایکٹ میں ترمیم کرنا پڑی۔

۱۹۳۵ء میں تحریکِ شہید گنج چلی تو حضرت امیر ملت پھر مردانہ وار میدان میں نکل آئے مسجد شہید ہو گئی تو واگزاری کے لیے راولپنڈی میں کانفرنس ہوئی جس میں آپ کو امیر ملت منتخب کیا گیا۔ بیعت امارت سب سے پہلے علامہ عنایت اللہ مشرقی نے کی۔ آپ نے ایک اعلان جاری فرمایا جو مندرجہ ذیل ہے:

- مجھے ایک لاکھ سرفروش جانباز درکار ہیں۔
- ایک روپیہ فی کس کے حساب سے ایک لاکھ روپیہ بیت المال کے لیے درکار ہے۔
- تمام بازاری عورتیں پیشہ ترک کر دیں اور شرعی نکاح کر کے رمضان المبارک سے پہلے پہلے اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں۔
- مسلمان، تجارت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔(۱)

افسوس کہ صرف صوبہ سرحد ہی نے نقد رقوم اور جانباز پیش کیے اور ملک کے دوسرے حصّوں نے خاموشی اختیار کی۔

امیر ملت منتخب ہونے کے بعد آپ کو لاہور میں گولی چلنے کی خبر ملی تو آپ سخت بے چین ہو گئے آپ فوراً لاہور روانہ ہو گئے راولپنڈی اسٹیشن پہنچے تو مسلمانوں میں زبردست جوش و خروش پیدا ہوا فضا، نعرۂ تکبیر و رسالت سے گونج اُٹھی۔ ڈپٹی کمشنر راولپنڈی نے آپ کو روکنا چاہا مگر ایس پی نے اسے سمجھایا کہ راولپنڈی کو لاہور نہ بناؤ، حضرت کو لاہور جانے دو، لاہور والے جانیں اور ان کا کام! حضرت ٹرین پر سوار ہو کر بادامی باغ لاہور اسٹیشن پر اُتر کر سیدھے کوچہ فقیر خانہ گئے اور باقی ہمراہی لاہور اسٹیشن پر پہنچ گئے۔

---

(۱) صوفیاء نقشبند، ص: ۳۵۵، ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ اپریل مئی ۱۹۵۸ء، امیر حزب اللہ مطبوعہ ۱۹۶۶ء، ص: ۳۴۵، سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۴ء

۸نومبر ۱۹۳۵ءکو بادشاہی مسجد سے آپ کی سرکردگی میں پانچ لاکھ مسلمان جانبازوں نے ننگی تلواریں لے کر ایک عظیم الشان جلوس نکالا جب آپ صحن مسجد سے جلوس کی قیادت کے لیے اُترے تو مسلمان خیر مقدم کے لیے دیوانہ وار آپ کی طرف بڑھتے۔حکومت اور غیر مسلموں کو خدشہ تھا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے مگر ایسا نہ ہو سکا۔

تحریکِ پاکستان میں اگر قائداعظم اور مسلم لیگ کو ان حضرات کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو شائد پاکستان کا نقشہ یہ نہ ہوتا۔جب بڑے بڑے جبہ ودستار پوش علماء ہندوؤں کے حاشیہ بردار اور کاسہ لیس بن کر ''ملت از وطن است'' کا نعرہ لگا رہے تھے،آپ نے ببانگ دہل مسلم لیگ اور نظریۂ پاکستان کی حمایت کی اور قائداعظم کو بھرپور تعاون کا یقین دلایا جس کی پاداش میں آپ کو اپنوں کی مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔(۱)

۱۹۴۴ء میں آپ سری نگر تشریف فرما تھے کہ چوہدری غلام عباس جو حضرت کے مرید صادق تھے، قائداعظم کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ نے قائداعظم کی پرتکلف دعوت کی اور انواع واقسام کے ۴۵ کھانے دسترخوان پر چنے گئے۔کشمیری رواج کے مطابق آخر میں گشتاپہ یا گشتابہ نامی کھانا پیش کیا گیا،اس کے لیے گوشت کو میٹھے میں پکایا جاتا ہے۔

دعوت سے فارغ ہوئے تو آپ نے قائداعظم کی کامیابی کی پیشینگوئی کی اور دو جھنڈے عطا فرمائے۔ان میں سے ایک جھنڈا سبز تھا۔فرمایا سبز جھنڈا مسلم لیگ کا ہے اور دوسرا کفر کا پھر قدآور اشتہارات کے ذریعہ اعلان فرمایا:

''مسلمانو! مسلم لیگ کے جھنڈے سے تلے جمع ہو جاؤ۔میرا جو مرید مسلم لیگ کی حمایت نہیں کرے گا وہ مسلمان نہیں ہے۔اس وقت دو جھنڈے ہیں،ایک ہلالی پرچم مسلم لیگ کا اور دوسرا کفر کا،اب فیصلہ کرو کہ تم کس کے ساتھ ہو؟''(۲)

---

(۱) ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور اکتوبر ۱۹۷۱ء،ص:۱۲،۱۳،سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۲ء

(۲) صوفیہ نقشبند،ص:۳۵۵،۳۵۶، انوار الصوفیہ مئی ۶۱ء،مارچ ۷۰ء

چنانچہ آپ کے تمام مردیوں نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔
مسلم لیگ کے بارے میں فرمایا:

''یہی ایک اسلامی جماعت ہے، مسلمانو! سب اس میں شامل ہو جاؤ، کانگرس سے اس بات کی توقع کرنا کہ وہ مسلمانوں کی حمایت کرے گی، فضول ہے۔''(۱)

تحریکِ پاکستان کے دوران آپ مسلم لیگ کی حمایت کے لیے کوہاٹ تشریف لے گئے یہاں احرار کا زور تھا، یارانِ طریقت مسلم لیگ میں شامل ہونے سے پس و پیش کر رہے تھے کارکنانِ مسلم لیگ نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ یارانِ طریقت کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کا حکم دیں۔ کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے جوش میں آکر فرمایا کہ اگر مسلم لیگ میں شامل نہ ہوں تو کیا کفر لیگ میں شامل ہوں؟ کسی نے کہا کہ اس پر خاکسار چھائے ہوئے ہیں، فرمایا وہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے یا علیحدہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ سب یارانِ طریقت مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور چند دنوں میں مسلم لیگ دیگر تمام جماعتوں پر چھا گئی۔(۲)

۱۹۴۵ء میں حضرت امیر ملت حیدر آباد دکن سے واپس پنجاب تشریف لائے تو رہتک شہر میں مسلم لیگ کے عہدیدار مقرر کرنے کے لیے خطاب فرمایا اور مندرجہ ذیل عہدیدار مقرر کیے

- راؤ خورشید علی
- چوہدری حسین علی
- محبوب الٰہی وغیرہ وغیرہ (۳)

۱۹۴۶ء میں آپ کے صاحبزادے سیّد محمد حسین شاہ نے بھی مسلم لیگ میں حصہ لیتے ہوئے بھرپور اور وسیع و عریض دورے کیے تمام یارانِ طریقت کو بالخصوص اور جملہ مسلمانوں کو بالعموم مسلم لیگ کا ہم نوا بنایا۔

---

(۱) ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور اپریل ۱۹۴۰ء، ص:۶
(۲) انوار الصوفیہ قصور اپریل مئی ۱۹۶۱ء، ص:۶۲
(۳) ایضاً اگست ۱۹۶۱ء، ص:۳۵

دیگر صاحبزادگان نے بھی اپنی پوری کوشش کی اور مسلم لیگ کو شایانِ شان کامیابی نصیب ہوئی۔(۱)

مشہور مؤرخ اور ادیب جناب رئیس احمد جعفری کی زبانی بھی ایک واقعہ سن لیجیے:

''جمعیت العلماء اسلام پنجاب کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے الحاج پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے فرمایا: حکومت اور کانگرس دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں اُنہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبۂ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی۔ بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو برملا گالیاں دیتے ہیں، لیکن اُنہوں نے آج تک کسی کو بُرا نہیں کہا، یہ ان کے سچا راہنما ہونے کا ثبوت ہے، خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں، میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں سیّد ہوں، سیّد موت سے کبھی نہیں ڈرتا، اس کے بعد موصوف نے اپنے مریدوں اور حلقہ بگوشوں سے فرمایا کہ وہ مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو ووٹ دیں۔(۲)

۱۹۴٦ء ہی میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس (جو برِصغیر کی تاریخ میں ایک مثالی کانفرنس تھی) آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں پانچ ہزار سے زائد علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ آپ نے خطبۂ صدارت میں پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا اور پھر تحریکِ پاکستان کی حمایت میں ملک گیر دورے کیے۔ آپ ہر جگہ دورانِ تقریر فرماتے:

''مسلمانو! یہاں دو جھنڈے ہیں، ایک اسلام کا اور دوسرا کفر کا بتاؤ کس جھنڈے کے نیچے جانا چاہتے ہو!'' لوگ کہتے: ''اسلام کے جھنڈے کے نیچے۔'' چنانچہ لاکھوں مسلمانوں نے محض آپ کی ہدایت پر پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔(۳)

---

(۱) انوار الصوفیہ قصور، اگست ۱۹٦۱ء، ص:۳۵

(۲) قائداعظم اور ان کا عہد، از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۰۰ء، رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ مئی ۱۹۷۴ء، ص:۱٦، ۷ اسہ ماہی العلم کراچی
یہ اجلاس جنوری ۱۹۴٦ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ اپریل تا جون ۱۹۷۴ء

(۳) صوفیاء نقشبند، ص:۳۵٦

آپ دین کے کاموں کو بڑی تن دہی سے انجام دیا کرتے تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں دین کا کوئی کام نہ کرلوں، ایک لقمہ کھانا حرام سمجھتا ہوں''۔(۱) چنانچہ قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لیے بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

مرزا قادیانی کا مقابلہ ہر وقت علماءِ طواہر کے ساتھ رہتا تھا، اگرچہ وہ ان سے بھی ہر وقت شکست کھاتا اور ذلیل ہوتا رہتا تھا مگر ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ میں حضرت کے ساتھ مناظرہ کا ارادہ کیا لیکن جب یہ مردِ حق سامنے آیا تو مرزا بھاگ کھڑا ہوا اور جس قدر لوگ اس کی بیعت کے لیے تیار تھے، اس کی ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے اور آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔(۲)

۲ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی اپنی اہلیہ کے علاج کے لیے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر وارد ہوا تو اپنا دامِ فریب پھیلانا شروع کیا۔(۳) مسلمانانِ لاہور نے حضرت کو مدعو کیا۔ آپ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی بادشاہی مسجد میں ۲۲ مئی کو ایک شاندار جلسہ منعقد کیا۔ آپ کے علاوہ دیگر علماءِ اہلِ سنّت بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی بھی حضرت سے تعاون اور مدد کے لیے تشریف لائے (۴) آپ نے اس تاریخی اور عدیم المثال جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا اگر مرزا اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ہے تو سامنے آکر ثابت کرے اگر مباحثہ نہ کرسکے تو مباہلہ ہی سہی، مگر چونکہ مرزا اپنے مکائد سمیت حضرت کے ہاتھوں ۱۹۰۴ء میں ذلیل و خوار ہو چکا تھا اس لیے آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کرسکا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے اس کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا، پیشینگوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ:

''مرزا جی کا خدائی فیصلہ ہو چکا ہے لہٰذا تین روز کے اندر کیفرِ کردار کو پہنچے گا۔''

---

(۱) خطبۂ صدارت ڈسٹرکٹ خلافت کمیٹی لائل پور مطبوعہ لاہور ۱۹۲۲ء بحوالہ انوار الصوفیہ قصور اپریل مئی ۶۱، ص:۲۳

(۲) برکات علی پور، اپریل ۶۷ء مطبوعہ راولپنڈی، ص:۹، صوفیاءِ نقشبند، ص:۳۵۵، مہر منیر، ص:۴۰۶

(۳) ایضاً

(۴) مہر منیر، ص:۴۰۶

یہ بات آپ نے رات دس بجے فرمائی اور ۲۶ مئی کو صبح دس بج کر دس منٹ پر مرزا جی آنجہانی ہو گئے۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہوگئی، خدا جانے ہیضہ تھا یا کچھ اور، نجاست منہ سے نکلتی رہی اور اسی حالت میں خاتمہ ہو گیا۔''(۱)

جس وقت آپ نے مرزا جی کو موت کی پیشینگوئی فرمائی تو لوگوں نے اسے اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہوگئی تو حد درجہ حیران ہوئے، اس پیشینگوئی کا مرزائیوں نے آج تک ذکر نہیں کیا۔(۲) (تفصیل کے لیے دیکھیے ''الکاویہ علی الغاویہ جلد دوم'' از مولانا محمد عالم آسی امرتسری)

گوشۂ کرامت کو یہ کہہ کر واضح کرتا ہوں کہ آپ کی سب سے بڑی کرامت سنت رسول کی اتباع اور دینِ اسلام پر قربان ہونے کا وہ لازوال جذبہ تھا جس نے عمر بھر آپ کو مجاہدانہ کردار پر کمر بستہ رکھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے اسلامی آئین کے نفاذ کی بھرپور کوشش کی۔(۳) جگہ جگہ جلسوں اور یادداشتوں کے ذریعہ حکومت کو اسلامی آئین کے نفاذ کا وعدہ یاد دلایا۔ پیر صاحب مانکی شریف اور مولانا عبدالستار خاں نیازی (حال جنرل سیکریٹری جمعیت علماء پاکستان) نے آپ کی معیت میں تمام ملک کا دورہ کیا مگر افسوس کہ حکومت نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا جس کا حضرت کو تادمِ زیست سخت صدمہ رہا۔

علی پور شریف میں آپ نے سنگِ مرمر کی ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی تھی جو آج بھی اپنے صوری کمالات کی بنا پر تمام ملک میں مسجد نور کے نام سے مشہور ہے۔ آج سے ساٹھ ستر برس قبل ارزانی کے دور میں اس پر چھ لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ درواز سے صندل کی لکڑی کے اور ہاتھی دانت سے مرصع ہیں، مسجد میں چھت پر ویل مچھلی کا ۲۱ فٹ لمبا کانٹا خوبصورتی کے لیے لگایا گیا ہے۔(۴)

(۱) برکاتِ علی پور، ص:۸

(۲) صوفیۂ نقشبند، ص:۳۵۶

(۳) فیضانِ امیر ملت، ص:۸۵، العلم کراچی، اپریل تا جون ۱۹۷۴ء

(۴) ہفت روزہ الہام بہاول پور ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء، سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۴ء

آخرِ کار ۲۶ ذیقعد ۱۳۷۰ھ/۳۱ اگست ۱۹۵۱ء کو حضرت امیر ملت قدس سرّہ ایک سو سے زائد برس کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ(۱)

آپ کے مرید صادق جناب پروفیسر حامد حسن قادری نے درجِ ذیل آیت سے آپ کی تاریخ وصال نکالی:

اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ

پیر غلام دستگیر نامی مرحوم نے یہ تاریخ وصال کہی:

دین پناہ علی پور جماعت علی شاہ

آپ کی یاد میں قصور سے ماہنامہ انوارالصوفیہ تا حال جاری ہے، اور آپ کا عرس مبارک ہر سال ۲۹،۲۸ بیساکھ کو علی پور شریف ضلع سیالکوٹ میں بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔

نوٹ: آپ کی سوانح حیات سیرتِ امیر ملت کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

---

(۱) تاریخ پیدائش میں اختلاف کی وجہ سے عمر شریف کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا، بعض ایک سو اٹھارہ اور بعض ایک سو گیارہ سال لکھتے ہیں، سہ ماہی العلم کراچی، اپریل تا جون ۱۹۷۴ء

مولانا ظہور الحسن صدیقی

آپ کی ولادت باسعادت ۹ فروری ۱۹۰۵ء میں کراچی کے نامور عالمِ دین حضرت مولانا عبدالکریم درس رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوئی۔ حضرت پیر سیّد ظہور الحسن بٹالوی قدس سرّہ نے کان میں اذان کہی اور پھر اپنے ہی نام نامی پر ظہور الحسن نام تجویز فرمایا۔ والدِ گرامی سے معقولات اور حضرت مولانا صوفی عبداللہ درس سے منقولات کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ ایک جادو بیان مقرر اور خوشنویس محرر کی حیثیت سے پورے ملک میں متعارف ہوئے۔

تحریکِ پاکستان میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۴۰ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رُکن اور پراونشل مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور اہم عہدوں پر فائز رہے صوبہ سندھ میں مسلم لیگ کو مقبول بنانے میں آپ کے کردار کی شہادت حکومت کے فائل دیں گے۔ کراچی کی تاریخ میں بہت کم ایسے جلسے ہوئے ہوں گے جس میں قائداعظم کے ساتھ آپ نے تقریر نہ کی ہو۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو بزم سنیہ صوبہ سندھ (جس کے آپ جنرل سیکریٹری تھے) کے زیرِ اہتمام بمقام عیدگاہ بندر روڈ کراچی، ایک عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلم میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہٗ) مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی و دیگر مقتدر علماء اہلِ سنّت نے شرکت کی اس موقع پر آپ نے بحیثیت جنرل سیکریٹر آل انڈیا سنی کانفرنس، ایک حقیقت افروز خطبہ اِرشاد فرمایا، اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"پاکستان کے ہم حامی ہیں لیکن آپ سنیں اور غور سے سنیں، دل کے کانوں سے سنیں، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں قرآن حکیم کے احکام نافذ ہوں، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی واجب العمل ہو اور شریعت مقدسہ کے مطابق فیصلے ہوں، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں پاک لوگ بسیں،

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ارکان اسلام کی توہین نہ ہو، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں مقابر و مساجد کی حرمت کو ملحوظ رکھا جائے، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں لا مذہبیت اور دہریت کی جڑیں اُکھاڑ کر پھینک دی جائیں ایسے پاکستان کو حاصل کرنے کے لیے اگر جان تک بھی کام آئے گی تو ہم دریغ نہیں کریں گے اور انشاء اللہ العزیز لے کر رہیں گے۔

لب پہ ساقی کے ہے جاری نامِ پاکستان پاک
اب کوئی دم میں ملے گا جامِ پاکستان پاک
میں نے پاکستان کی وہ رٹ لگائی ہے ظہوؔر
لوگ کہتے ہیں مجھے بدنامِ پاکستان پاک

آپ کی زندگی قرونِ اولیٰ کا بہترین نمونہ تھی۔ جرأت و مردانگی، حق گوئی و بے باکی آپ کا طرۂ امتیاز تھا اور اسلامی اُصولوں کی دل و جان سے پابندی ان کا شعار تھا۔ قائداعظم ہمیشہ کراچی میں قیام کے دوران آپ ہی کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے تھے قیامِ پاکستان کے بعد حسب دستور قائداعظم نے آپ سے نماز عید کے اوقات منگوائے (یہ وہ زمانہ تھا کہ کراچی شہر میں نماز عید کا مرکزی اجتماع صرف عید گاہ میدان بندر روڈ پر ہوتا تھا اور نماز عید آپ ہی پڑھاتے تھے اور یہاں علماء و مشائخ و حفاظ کا اچھا خاصا اجتماع ہوتا تھا) مگر قائداعظم وقت پر عید گاہ نہ پہنچے۔ آپ نے وقت کی پابندی کے ساتھ تقریر ختم کی اور نماز عید پڑھانے کے لیے مصلّے پر بیٹھ گئے۔ نوابزادہ لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب نشتر، محمد ایوب کھوڑو اور دیگر سیاسی اکابرین نے قائداعظم کی آمد تک نماز میں تعطل کے لیے کہا تو آپ نے گرج کر فرمایا میں ان علماء کرام و حفاظِ عظام کے علم کا احترام کروں یا جناح صاحب کا؟ میں نے جناح صاحب کو اوقات سے مطلع کر دیا تھا، میں اپنے وقت کا پابند ہوں، اور دوسرے یہ کہ میں جناح صاحب کی نماز پڑھانے نہیں آیا بلکہ خدائے اعظم جل جلالہ کی نماز پڑھانے آیا ہوں۔

یہ کہہ کر صفوں کو دُرست کروا کر تکبیر فرما دی۔ نماز عید کے بعد احکام عید پر ایک جامع خطبہ اِرشاد فرمایا بعد میں قائداعظم جو پچھلی صفوں میں پہنچ چکے تھے، تشریف لائے اور تقریر فرمائی جس میں آپ کی اس جرأت ایمانی کی تعریف فرمائی اور اِرشاد فرمایا کہ ''ہمارے علماء کو ایسے ہی کردار کا حامل ہونا چاہیے جس کا مظاہرہ آج

مولانا درس نے فرمایا ہے۔“

سیاسی خدمات انجام دینے کے علاوہ آپ نے دینی حلقوں میں بھی پوری تندہی سے کام کیا۔ بحیثیت سیکریٹری جنرل جمعیۃ العلماء پاکستان و جمعیۃ اہلِ سنّت و جماعت رجسٹرڈ و بانی جمعیۃ علماء ومشائخ ایک عرصہ تک کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں جب جمعیۃ علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو آپ بانی ارکان میں شامل تھے۔

آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

- بہ چشمِ تلطف پنجتن
- معاون ظہور الحسن
- خون کے آنسو
- تحقیق الفق، بانی کلمۃ الحق

مذہب وملت کی گرانقدر خدمات انجام دینے کے بعد آپ ۷ شوال المکرم ۱۳۹۲ء بمطابق ۱۴ نومبر ۱۹۷۲ء کو کراچی میں ہمیشہ کے لیے میٹھی نیند سو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مادۂ تاریخ وصال خود استخراج کیا

”نگاہ داشت ان اللہ مع الصابرین“ (۱)

(۱) ماہنامہ ترجمان اہلِ سنت کراچی، ماہ اپریل ۱۹۷۵ء، ص:۳۹، اکتوبر ۱۹۷۲ء، ص:۷۰

مولانا ابوالکلام آزاد

ہندوستان کے عظیم قائد، جنگِ آزادی کے سپہ سالار صاحب طرز انشاء پرداز اور ایک عہد آفریں انسان تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد ۱۷ اگست ۱۸۸۸ء کو پیدا ہوئے۔ (۱) آپ کے والد گرامی کا نام خیرالدین تھا۔ جو ایک جید عالم اور صوفی باعمل تھے۔ کولکتہ (کلکتہ) میں پرورش ہوئی اور ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ مجتہدانہ دماغ کے مالک تھے۔ علوم وفنوں پر گہری نظر تھی اور ساتھ ساتھ سحر بیاں خطیب ومقرر بھی تھے۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے اپنے زبان وقلم سے ہزاروں لاکھوں سینوں میں آزادی وطن کی آگ لگا دی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار ''الہلال'' ۱۹۱۲ء نے ملک کے گوشے گوشے میں آزادی کو بگل بجا دیا۔ ۱۹۱۵ء میں آپ کی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے حکومت بنگال نے جلاوطن کر کے رانچی میں نظر بند کر دیا۔

۱۹۲۰ء میں رہائی ملی۔ مولانا نے تحریک خلافت میں شرکت کی۔ تحریک عدم تعاون اور تحریکِ ہجرت میں بھی حصہ لیا۔ آپ ابتداء ہی سے جمعیۃ علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی کے رُکن رہے۔ اجلاس عام لاہور (۱۹۲۱ء) اور کراچی (۱۹۳۱ء) کے صدر رہے۔ آزادی سے پہلے سات سال کانگریس کے صدر رہے۔

نہرو رپورٹ پر قومی رہنما دو طبقوں میں بٹ گئے۔ جن میں مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی اور مولانا ظفر علی خاں وغیرہ تو عام جماعت مسلمین کے ساتھ مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت برقرار رکھنے والے راستہ پر گامزن ہوگئے تھے۔ جب کہ مولانا ابوالکلام آزاد قوم پرست مسلمانوں یعنی کانگریس کے مسلم ہمنواؤں میں شامل ہوگئے تھے۔ (۲)

---

(۱) چالیس بڑے مسلمان/

(۲) موج کوثر۔ محمد اکرام شیخ۔ ۱۹۹۱ء۔ ص: ۲۷۳

مولانا ابوالکلام آزاد ۱۹۳۹ء میں کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔مولانا موصوف کی سیاسی زندگی کا آغاز تو ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کی اشاعتوں کے ساتھ ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔

جب کانگریس کی انڈیا چھوڑ دو تحریک شروع ہوئی تو مولانا دیگر کانگریس نمائندے اور علماء کے ساتھ گرفتار ہوئے۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۶ء کو کیفیت مشن ہندوستان آیا تو مولانا ابوالکلام آزاد نے بحیثیت نمائندہ کانگریس اس کیبنٹ مشن سے ملاقاتیں کیں۔(۱) نیز مولانا ابوالکلام آزاد ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم پر بھی کانگریس کی ہائی کمان میں تقسیم کی سخت مخالفت کی اور آخر وقت تک تقسیم کے فارمولے کو قبول نہیں کیا۔(۲)

مولانا ابوالکلام آزاد تقسیم ہند سے پہلے وزیر تعلیم (انڈیا) مقرر ہوئے اور ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء تک یعنی اپنی وفات تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔(۳)

---

(۱) جدوجہد پاکستان، ص:۲۴۸

(۲) تقسیم ہند، ص:۲۷۹

(۳) چالیس بڑے مسلمان، ص:۹۰۷ موج کوثر۔ص:۲۷۳